بعض اہم اور ضروری امور

(۱۹۴۴ء)

از
سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بعض اہم اور ضروری امور

(تقریر فرمودہ ۲۷؍ دسمبر ۱۹۴۴ء برموقع جلسہ سالانہ بمقام قادیان)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بے شک ہمیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے
مگر ہم اپنے خدا کی رضا پر راضی ہیں
اور اِس کے فضلوں پر یقین رکھتے ہیں

سب سے پہلے مَیں اُن دو نقصانات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اِس سال سلسلہ احمدیہ کو پہنچے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ میری ذات کو پہنچے ہیں۔ یعنی ایک اُمِّ طاہر مرحومہ کی وفات اور ایک میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات۔ جہاں تک آپس کی نسبت کا سوال ہے نہ صرف دونوں میرے عزیز تھے اور اِس طرح آپس میں بھی عزیز تھے بلکہ اِن دونوں میں ایک صفت مشترک بھی پائی جاتی تھی اور وہ یہ کہ دونوں غرباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔ میر صاحب جب فوت ہوئے تو اِن کو دفن کرنے کے بعد جب مَیں واپس آ رہا تھا تو مَیں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ابھی چند روز ہوئے عورتیں یتیم ہوگئی تھیں اور آج ہم مرد بھی یتیم ہو گئے۔ یہ ایک جذباتی بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خدائی جماعتیں کبھی یتیم نہیں ہوتیں۔

مومن کا خدا ایسا ہے کہ اِس پر کسی انسان کے پیدا ہونے یا مرنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دنیا آتی بھی ہے اور جاتی بھی ہے، لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں مگر خدا تعالیٰ کی بادشاہت چلتی ہی چلی جاتی ہے اور جو لوگ خود اپنے لئے خدا تعالیٰ کی ذات کو مار نہیں لیتے اِن کا

زندہ خدا ہمیشہ اِن کا وارث ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اور اُس پر موت کبھی وارد نہیں ہوسکتی مگر اُس کا سلوک اپنے بندوں سے یہی ہے کہ کوئی بندہ اُسے جیسا سمجھتا ہے وہ اُس کے لئے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سنایا کرتے تھے کہ اُن کے ایک اُستاد بھوپال میں تھے انہوں نے رؤیا میں خدا تعالیٰ کو کوڑھی کی شکل میں دیکھا جو چلنے پھرنے سے معذور تھا، تمام جسم پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں اور وہ شہر سے باہر ایک پُل پر پڑا تھا۔ اُنہوں نے اُسے دیکھا اور کہا خدایا! میں تو تیری تعریفیں قرآن وحدیث میں پڑھ کر تجھے کچھ اور ہی سمجھتا تھا۔ مَیں تو سمجھتا تھا کہ تو سارے دُکھوں کا دور کرنے والا اور سب خوبیوں سے متصف ہے مگر تُو تو خود بیماریوں سے سڑ رہا ہے اور بیکسی کی حالت میں پڑا ہے۔ یہ سُن کر اُس نے اُن سے کہا کہ جو تو سمجھتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اور جو تو دیکھتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ قرآن کریم کا خدا ویسا ہی ہے جیسے تو نے پڑھا مگر جسے تو یہاں پڑا دیکھتا ہے یہ بھوپال کا خدا ہے۔ تو انسان جہاں خدا تعالیٰ کی حکومت کے تابع ہے، جہاں خدا تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا اور اُس کی تمام ضروریات مہیا کرتا ہے وہاں یہ بھی سچ ہے کہ انسان اپنے لئے خدا کو خود پیدا کرتا ہے اور اُسے صفات بخشتا ہے۔ یعنی جیسا اُس کا یقین خدا تعالیٰ کے متعلق ہوتا ہے ویسا ہی خدا تعالیٰ اُس سے معاملہ کرتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالیٰ کو ایک بے کار محض وجود سمجھتا ہے تو اُس کے معاملات میں خدا تعالیٰ بھی بے کار محض ہو جاتا ہے، جو انسان اُس کی قدرتوں کا انکار کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کے لئے اپنی قدرتیں کبھی نہیں دکھاتا لیکن جو انسان خدا تعالیٰ کو قادر یقین کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کے لئے اپنی قدرتیں دکھاتا ہے، جو اُسے زندہ خدا یقین کرتا ہے خدا بھی اُس کے لئے زندگی کا ثبوت مہیا کرتا ہے، جو اُسے ربّ العٰلمین سمجھتا ہے خدا اُس کا مربی اور نگران بن جاتا ہے اور جو خدا کو رحمٰن مانتا ہے وہ بھی اُس پر رحمانیت کی بارشیں برساتا ہے۔ اگر انسان خدا کو رحیم مانتا ہے تو وہ بھی رحیم بن کر اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔

پس جہاں تک خدا تعالیٰ کا تعلق ہے مومن کے لئے زندہ خدا کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت

نہیں مگر دیرینہ تعلقات اور محبتیں اپنا اثر چھوڑ جاتی ہیں اور انسان جسے اللہ تعالیٰ نے روح کے باوجود جسم بھی عطا فرمایا ہے بسا اوقات اُس کی روح تندرست ہوتی ہے مگر اُس کا جسم زخمی ہوتا اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ جو دن اُن کو صلیب دیئے جانے کے لئے مقرر تھا اُس رات اُنہوں نے دعا مانگی کہ:۔

''اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہو'' ۔[۱]

پس ہمارے دل تو راضی ہیں مگر نفس بوجھ محسوس کرتے ہیں اور ہم اپنے خدا سے یہی کہتے ہیں کہ تیری ہی مرضی ہو کہ ہمارے لئے اِسی میں برکت ہے۔ خدا تعالیٰ کا مومن بندہ اِسی قسم کی کیفیات کے ساتھ اُس کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ہم زخموں کا انکار نہیں کر سکتے، بہتے ہوئے خون کو بند نہیں کر سکتے مگر خدا تعالیٰ کے فضلوں پر یقین رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بات جسے ہم تکلیف سمجھتے ہیں اِسے وہ ہمارے لئے اور ہمارے دوستوں کے لئے برکت کا موجب بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دُکھ کے نیچے اپنے فضلوں کے خزانے مخفی رکھے ہیں جس طرح دُنیوی خزانے بڑی بڑی چٹانوں کے نیچے مخفی ہوتے ہیں۔ بے شک غموں کا اُٹھانا اور دُکھوں کا برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے مگر جس طرح چٹانوں کو اُٹھائے بغیر قیمتی خزائن بھی حاصل نہیں کئے جا سکتے اِن دُکھوں کو اُٹھائے بغیر اللہ تعالیٰ کی برکات حاصل نہیں ہو سکتیں۔

پس ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہوئی اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اِسی میں ہماری بہتری ہوگی۔ ہم اُس کے بندے ہیں اور اُس کی بادشاہی کی طرف باوجود اپنی کمزوریوں اور اپنے نقائص کے کوئی بدی منسوب نہیں کر سکتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا مہربان آقا جو کرتا ہے ہماری بہتری اور بھلائی کے لئے کرتا ہے اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی حکمتوں اور رحمتوں کو سمجھنے کی توفیق دے اور اگر ہم اِن کے سمجھنے میں کوتاہی کریں تو ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے

اور ہمیں ہمت اور حوصلہ عطا کرے تا کہ ہم ہر گھڑی اور ہر لحظہ اُس کی یاد کو سب یادوں پر مقدم کر سکیں، اُس کی محبت کو سب محبتوں اور اُس کے کام کو سب کاموں پر مقدم کرنے والے ہوں۔ ہماری زندگی بھی اور ہماری موت بھی اُس کے لئے ہو تا جب ہم اُس کے حضور جائیں تو ہمارا جانا ہمارے عزیزوں کے لئے دُکھ اور غم کا موجب ہو ہمارے لئے خوشی کا موجب ہو کہ ہم ادنیٰ کو چھوڑ کر اعلیٰ کی طرف جا رہے ہیں اور چھوٹے پیار کرنے والوں کو چھوڑ کر بڑے پیارے کرنے والوں کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ (الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء)

اِس کے بعد مَیں اللہ تعالیٰ کا اِس امر پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمارے ایک کھوئے ہوئے مبلّغ کے متعلق جن کی زندگی کے بارہ میں اکثر دوست مایوس تھے حال ہی میں یہ اطلاع آئی ہے کہ وہ جاپانیوں کی قید میں ہیں۔ جہاز کے غرق ہونے کے بعد جن لوگوں کو بچا لیا گیا اُن کی فہرست میں ان کا نام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اپنے فضل سے محفوظ رکھے اور خیر و عافیت سے واپس لائے۔ اسلام کا یہ سپاہی بے وقت اپنی جان نہ کھوئے اور اس کے تجربات سے جو اس نے یورپ کے مختلف ممالک میں حاصل کئے اسلام اور احمدیت پورا پورا فائدہ اُٹھا سکیں۔ مولوی محمد الدین صاحب اگرچہ انگریزی علوم سے ناواقف تھے اور اُن کو تجربہ بھی نہ تھا مگر یورپ میں تبلیغ کے زمانہ میں ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ وہ پہلے البانیہ گئے اور وہاں تبلیغ شروع کی متعدد لوگ داخلِ اسلام بھی ہوئے مگر مخالفین نے حکومت کے پاس شکایات کیں کہ یہ شخص مذہب کو بگاڑ رہا ہے۔ البانیہ کی حکومت مسلمان تھی مسلمانوں نے شور کیا اور کنگ زدعذ نے آرڈر دے دیا کہ مولوی صاحب کو وہاں سے نکال دیا جائے۔ پولیس ان کو پکڑ کر سرحد پر چھوڑ آئی۔ وہاں سے نکالے جانے پر انہوں نے یونان میں تبلیغ شروع کر دی اور میرے لکھنے پر وہاں سے یوگوسلاویہ چلے گئے۔ البانیہ کی سرحد یوگوسلاویہ سے ملتی ہے۔ میں نے لکھا کہ وہاں بھی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کی تبلیغ سے بعض ایسے لوگ بھی مسلمان ہوئے جو مسلمانوں کے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل

تھے۔ حکومت یوگوسلاویہ کو حکومت البانیہ نے توجہ دلائی اور تحریک کی کہ مولوی صاحب کو وہاں سے بھی نکال دیا جائے۔ چنانچہ انہیں وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ اِس پر وہ اٹلی آ گئے اور پھر وہاں سے مصر اور وہاں سے ہندوستان واپس آ گئے۔ پھر ان کو مغربی افریقہ بھیجا گیا تھا اور وہ وہاں جا رہے تھے کہ ان کا جہاز ڈوب گیا اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ زندہ ہیں حالانکہ اکثر دوست یہی خیال کرتے تھے کہ وہ فوت ہو چکے ہوں گے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس مردہ کو جسے اس نے زندہ کیا ہے بہت سے روحانی مردوں کو زندہ کرنے کا موجب بنائے۔

اِس کے بعد مَیں ایک ایسی بات کا ذکر کرتا ہوں جو میرے اصل مضمون کا تو حصہ نہیں مگر تازہ پیدا ہوئی ہے اِس لئے اِس کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ پرسوں یہاں پر ایک جلسہ کیا گیا ہے اُن لوگوں کی طرف سے جو جماعت سے نکالے ہوئے ہیں یا نکالے گئے ہیں۔ اِس جلسہ میں ہمارے خلاف بہت کچھ سبّ وشتم سے کام لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے سلسلہ کے بعض کارکن بہت غصہ میں تھے۔ انہوں نے مجھے اِس امر کی رپورٹ کی اور دریافت کیا کہ ہم اِس کا ازالہ چاہتے ہیں کیا کارروائی کریں۔ میرا خیال ہے ہماری جماعت کے دوست بعض دفعہ بھول جاتے ہیں کہ خدائی جماعتیں ہوتی ہی گالیاں کھانے کے لئے ہیں۔ جب تک وہ اِس حقیقت کو یاد نہ رکھیں گے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مشہور مثل ہے کہ ''ایاز قدرِ خود شناس'' مومنوں کی جماعت ہمیشہ گالیاں کھانے کیلئے ہوتی ہے۔ اگر وہ گالیاں نہ کھائیں تو دوسروں کا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں کہ اگر تم صداقت پر ہو تو کیوں تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو خدا تعالیٰ کی جماعتوں سے ہوتا آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئیں، مارا گیا، صحابہؓ کو گالیاں ملتی تھیں اور تکالیف پہنچائی جاتی تھیں کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بُرا مناتے تھے اور کیا اسلام میں اس سے کوئی فرق آتا تھا؟ پھر ہم کیوں اِن گالیوں پر بُرا منائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم اِن ہی رستوں پر چل کر خدا تعالیٰ کو پا سکتے ہیں جن پر چل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو پایا، جن پر چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

خدا تعالیٰ کو حاصل کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ [2] کی دعا سکھائی ہے۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ ہم کو اُس رستہ پر چلا جو سیدھا اور تیرے نبیوں کا رستہ ہے آگے فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ [3] گویا مومن کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں اِس رستہ میں خطرات بھی ہوتے ہیں مگر میں اِن خطرات سے نہیں گھبراتا بلکہ اِن کو برداشت کرنے لئے تیار ہوں۔ میں تو منعم علیہ گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں اِن تکالیف سے نہیں گھبراتا جو تیرے بندوں کو پہنچتی رہی ہیں۔

اِس تازہ انکشاف کے بعد جو مصلح موعود کی پیشگوئی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے لازمی طور کچھ عرصہ کے لئے مخالفت کا بڑھ جانا ضروری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اِس انکشاف کے بعد مَیں روزانہ دشمن کی طرف سے بیداری کا منتظر رہتا تھا اور اگر دشمن کی طرف سے مخالفت نہ ہوتی تو میرے دل میں پوری طرح تسلی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اِس قسم کی باتوں کا پیدا ہونا انسان کے لئے بھی اور خدا تعالیٰ کی شان کے اظہار کے لئے بھی ضروری ہے۔ اگر ہم آرام کے ساتھ اپنا کام کرتے جائیں اور دشمن کوئی مخالفت نہ کرے تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ کہاں نظر آئے۔ خدا تعالیٰ اِس طرح اپنا ہاتھ دکھانا اور اپنے آپ کو روشناس کرانا چاہتا ہے اور خطرات پیدا کر کے اپنی طاقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جب تک تکالیف پیش نہ آئیں خدا تعالیٰ کی قدرت ظاہر نہیں ہوتی۔ پس مخالفت کا جو نیا دَور احراریوں کی طرف سے شروع ہوا ہے یا قادیان کے مخالفین نے جو مخالفت از سرِ نو شروع کی ہے یہ اِس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ پھر اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا چاہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس سے اچھی بات ہمارے لئے اور کیا ہوسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت ظاہر کرے اور نشان دکھائے۔ اُس کی قدرت مخالفت کے زمانہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔

میں نے حضرت مسیح موعود سے بارہا سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابوجہل گو بہت گندا تھا

لیکن اگر وہ گندا نہ ہوتا تو قرآن کریم بھی نہ ہوتا۔ ابوبکرؓ جیسوں کے لئے تو صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہی کافی تھا۔ اتنا قرآن کریم تو مختلف مدارج رکھنے والے، طرح طرح کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں پڑے ہوئے اور جہالتوں میں مبتلا لوگوں کے لئے ہی نازل ہوا ورنہ مومن کے لئے تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہی کافی تھا۔ تو اِس قسم کی مخالفتیں بہت فائدہ کا موجب ہوئی ہیں اور ضروری ہیں ان سے گھبرانا مومن کی شان کے خلاف بات ہے۔ بلکہ ہمیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ وہ خود کوئی نشان دکھائے۔ اِن گالیوں کو سُننا اور اِن تکالیف کو برداشت کرنا چاہئے اِن پر بگڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی خطرہ ہوسکتا ہے کہ کوئی کمزور اِس سے گمراہ نہ ہو جائے لیکن جو شخص ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے گمراہ ہوسکتا ہے وہ ہمارے اندر رہ کر بھی کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ ایمان تو ایسی چیز ہے کہ اِس راہ میں قدم مارنے والوں کو جان ہتھیلی پر لے کر چلنا پڑتا ہے۔ صرف کثرت کوئی خوبی کی بات نہیں ہم کتنے تھوڑے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے کس قدر قربانی ہم کر رہے ہیں اور کتنی خدمت اسلام کی بجا لا رہے ہیں۔ چالیس کروڑ مسلمان مل کر بھی اسلام کے لئے وہ قربانی نہیں کر سکتے جتنی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم چار پانچ لاکھ کر رہے ہیں۔ اور اِس لحاظ سے ایک احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہزار مسلمانوں کے برابر ہے۔ ہزار مسلمان مل کر اتنی قربانی نہیں کرتے جتنی کہ ایک احمدی کرتا ہے۔ مسٹر جناح نے مسلم لیگ کے لئے سات کروڑ مسلمانوں سے دس لاکھ روپیہ چندہ طلب کیا تھا اور مسلمانوں میں ایسے ایسے لوگ ہیں کہ ایک ایک کروڑ کروڑ روپیہ دے سکتا ہے۔ مگر سال چھ ماہ کے بعد جب آمد دیکھی گئی تو صرف تین لاکھ روپیہ جمع ہوا تھا۔ اِس کے بِالمقابل ہماری جماعت جو بِالعموم غریبوں کی جماعت ہے اِس میں کس طرح ہر تحریک محض خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو رہی ہے اور ہماری جماعت میں ایسے ایسے مخلص لوگ ہیں کہ جو خود فاقے کرتے ہیں، اپنے بیوی بچوں کو فاقے کراتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے خزانہ میں چندہ لا کر دے دیتے ہیں یہ چیز ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ پس ہم

بھی اگر چار پانچ نہیں چالیس لاکھ ہو جائیں مگر ویسے ہی سُست ہوں جیسے دوسرے مسلمان تو اِس کثرت کا ہمیں کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ پس یہ گالیاں اور یہ تکالیف ہمیں کھرا کرنے کے لئے ہیں۔ اِن سے کھوٹا کھرا الگ الگ ہو جائیں گے۔ اگر مخالفوں کی مخالفت کے نتیجہ میں کوئی دھوکا کھاتا اور ہم سے الگ ہوتا ہے تو ہمیں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے آخر ہمیں خود بھی تو بعض کو نکالنا پڑتا ہی ہے۔ مصری صاحب اور ان کے ساتھیوں کو مَیں نے خود ہی نکال دیا تھا۔ پس اگر کوئی خود دھوکا کھا کر الگ ہوتا ہے تو یہ تو ہمارے لئے اچھا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اُسے الگ کرنے کی مصیبت سے بچا لیا اور جو گندا تھا وہ خود بخود نکل گیا۔ کسی انسان کے جسم پر کوئی پھوڑا نکلے تو کیا وہ خود پسند کرتا ہے کہ خود بخود پھوٹ کر بہہ جائے؟ یا ڈاکٹر کے چاقو سے اُس کا چیرا جانا پسند کرتا ہے؟ ہر عقلمند اس بات کو پسند کرتا ہے کہ پھوڑا خود بخود پھوٹ جائے اِسی طرح اگر کوئی گندا آدمی ہم میں سے خود بخود الگ ہوتا ہے تو اِسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہئے اور اُس کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اُس نے ہمیں اپنے ساتھی کو خود الگ کرنے کے الزام سے بچا لیا۔

ایک اور بات جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا ایک چیلنج مجھے دیا گیا ہے کہ جو اُن کی طرف سے جلسہ کے موقع پر تقسیم کیا گیا ہے اُنہوں نے لکھا ہے کہ وہ مجھے بار بار مقابلہ کے لئے بُلاتے ہیں مگر میں سامنے نہیں آتا۔ اِس موقع پر جبکہ یہاں پر بہت سے غیر مسلم، ہندو، سکھ اور غیر احمدی معززین بھی جمع ہیں میں اِس امر کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے اگر کسی کو خدا تعالیٰ توفیق دے تو وہ اِس معاملہ میں دخل دے کر اِس عقدہ کو حل کرا دیں۔ میں شروع سے ہی اِن کو توجہ دلاتا رہا ہوں کہ ان امور کے بارے میں جن کے متعلق ہمارے مابین اختلاف ہے وہ میرے ساتھ فیصلہ کر لیں۔ مگر وہ ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی شرط پیش کر دیتے ہیں کہ جسے ماننے کے لئے میں ہرگز تیار نہیں ہوسکتا۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مذہبی امور کا فیصلہ کرنے کے لئے کوئی جج ہو اور یہ ایک ایسی شرط ہے جسے میں نہیں مان سکتا۔ میں کبھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ مذہب کسی کی خاطر بدلا جا سکتا ہے۔ اگر مذہب کے بارہ میں کسی کی رائے

کو مانا جا سکے تو ماں باپ کا سب سے زیادہ حق ہے اُن کی رائے مان لی جائے۔ مگر مذہب کے بارہ میں تو ماں باپ کی رائے کو ماننے کی بھی اجازت اسلام نے نہیں دی۔ جب کوئی شخص مذہب کو تبدیل کرنے لگے تو اُس کے ماں باپ اور بہن بھائی اُس کی مخالفت کرتے اور اُسے یہی مشورہ دیتے ہیں کہ ایسا نہ کرے۔ اب اگر مذہب کے بارہ میں جائز ہوتو ماں باپ کی رائے کو کیوں نہ مانا جائے۔ اگر مذہب کے بارہ میں جج جائز ہو تو کوئی شخص مذہب کو تبدیل کر ہی نہیں سکتا۔ جب بھی کوئی مذہب تبدیل کرنے لگے اُس کے ماں باپ اور بھائی بہن یہی کہتے ہیں کہ وہ غلطی کرنے لگا ہے اور اگر کسی غیر شخص کو مذہب کے معاملہ میں جج ماننا جائز ہو تو ماں باپ کی رائے کو ہی کیوں نہ مانا جائے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے میں کسی صورت میں نہیں مان سکتا میری تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں پیدا ہوا۔ ابھی میری عمر گیارہ برس کی تھی کہ میں نے ایک دن خیال کیا کہ کیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس لئے مانتا ہوں کہ میں اُن کا بیٹا ہوں یا میرے پاس اُن کی صداقت کے ثبوت ہیں۔ میں اُس وقت گھر سے باہر تھا اور میں نے خیال کیا کہ اگر میرے پاس ان کی صداقت کے ثبوت نہیں ہیں تو میں گھر میں واپس نہ جاؤں گا بلکہ یہیں سے اِسی وقت کہیں باہر چلا جاؤں گا۔ جب میں نے اپنے دل میں اِس سوال کو حل کرنا شروع کیا کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں؟ تو میں نے اِس سوال کو قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں حل کرنا چاہا۔ اِس پر مجھے خیال آیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میرے پاس ہیں؟ یا میں ان کو بھی اِسی لئے سچا سمجھتا ہوں کہ میں نے ماں باپ سے سنا ہے کہ یہ سچے ہیں۔ تب میں نے اپنے دل میں اس سوال پر بحث شروع کی کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سچے ہیں؟ اِس سوال پر غور کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ کیا توحیدِ الٰہی کے ثبوت میرے پاس ہیں؟ یا میں اسے صرف اس لئے مانتا ہوں کہ میرے ماں باپ اس کے قائل ہیں۔ تب میں نے خدا تعالیٰ کی پیدا کی گئی کائنات اور

اُس کی قدرتوں سے اِس سوال کو حل کرنا شروع کیا اور توحیدِ الٰہی پر غور کرتا گیا حتّٰی کہ میرا دماغ تھک گیا اور آرام کرنا چاہا مگر میں نے فیصلہ کیا کہ یا تو میں اِس سوال کو حل کر کے چھوڑوں گا اور یا میں گھر میں داخل نہ ہوں گا۔ اُس وقت آسمان صاف تھا اور یہ آخری سوال تھا جسے میں حل کرنا چاہتا تھا میں نے خیال کیا کہ جب ہر چیز کہیں نہ کہیں جا کر ختم ہو جاتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو غیر محدود ماننا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو غیر محدود ماننا درست ہے تو دوسری چیزوں کے متعلق بھی ایسا کیوں نہ سمجھا جائے۔ اور میری طبیعت یہاں آ کر رکی کہ خدا تعالیٰ کا غیر محدود ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا اور محدود خدا نہیں ہوسکتا۔ میری نظر ستاروں پر پڑی اور وہ بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔ میں نے خیال کرنا شروع کیا کہ ان کے پیچھے اور کیا ہوگا؟ میرے نفس نے جواب دیا کہ اور ستارے ہوں گے پھر میں نے خیال کیا کہ ان کے پیچھے اور کیا ہوگا؟ اور پھر میرے نفس نے جواب دیا کہ اور ستارے ہونگے۔ اور ان کے پیچھے؟ تب میرے نفس نے جواب دیا کہ یہ تو ایک لامتناہی سلسلہ بن گیا یہ کہاں ختم ہوگا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ محدود دماغ میں نہیں آ سکتا اور اِس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ تب میرا دماغ واپس لوٹا اور میں سمجھ گیا کہ خدا تعالیٰ اپنے آپ کو اپنی قدرتوں سے ظاہر کرتا ہے اور مجھے پتہ لگ گیا کہ اِسی سوال کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا کو پیدا کیا ہے۔ ہم ستاروں کے بارہ میں جب یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ سلسلہ کہاں ختم ہوتا ہے اور زمین کے بارہ میں بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس کی جگہ پہلے کیا تھا؟ کہا جاتا ہے پہلے پانی ہی پانی تھا تو پھر سوال ہوتا ہے کہ اِس سے پہلے کیا تھا اور پھر اس سے پہلے کیا تھا، یہ ایک لامتناہی سلسلہ بن جاتا ہے کہ جسے سمجھنا ممکن نہیں مگر ہم اِن دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ان کا انکار کرے تو لوگ اُسے پاگل کہیں گے اور ان کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کے بارہ میں شبہ کرنا بھی ویسا ہی پاگلانہ خیال ہے اور اِس طرح یکدم مجھے خدا تعالیٰ کا ثبوت مل گیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے آپ کے سچے ہونے کا ثبوت مل گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت مل گیا۔ تو میں جس نے مذہب کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بغیر ثبوت کے حکم ماننا تسلیم نہ کیا وہ کسی اور کو مذہبی عقائد کے بارہ میں جج کیوں کر مان سکتا ہے؟

پھر مولوی محمد علی صاحب ایک اور بات پیش کرتے ہیں۔ بعض ایسے امور ہیں جو عقائد سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان کے بارہ میں بھی میں چاہتا ہوں کہ فیصلہ ہو جائے اور ان کے متعلق مَیں ان کی جج بنائے جانے کی شرط کو ماننے کو تیار ہوں۔ مگر وہ اس بارہ میں بھی ایک عجیب بات پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تین جج میری جماعت میں سے ہوں اور تین اُن کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن جماعت احمدیہ میں سے تین آدمی وہ نامزد کریں اور اُن کے ساتھیوں میں سے تین مَیں کروں حالانکہ یہ بات بھی بالکل غیر معقول ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ دو آدمیوں میں کوئی مقدمہ ہو اور ایک جا کر عدالت میں کہے کہ مجھے اختیار دیا جائے کہ دوسرے فریق کی طرف سے وکیل مَیں مقرر کروں اور میری طرف سے وہ کرے یہ ایک ایسی بات ہے جسے کوئی معقول آدمی منظور نہیں کر سکتا۔ صحیح طریق یہ ہے کہ میں اپنے نمائندے مقرر کروں اور وہ اپنے کریں مگر وہ اُلٹی بات کہتے ہیں یعنی یہ کہ میرے نمائندے وہ مقرر کریں اور اُن کے مَیں کروں۔ اور جب میں اِس کا انکار کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ تم بات کو نہیں مانتے کیونکہ تم جانتے ہو کہ تمہاری جماعت میں منافق ہیں اِس لئے ڈرتے ہو اور یہ کہ میرے ساتھیوں میں چونکہ منافق نہیں ہیں اِس لئے مَیں نہیں ڈرتا مگر اِس کی وجہ یہ کیوں نہ سمجھی جائے کہ مولوی صاحب ہماری جماعت کے منافقوں سے تعلقات رکھتے ہیں اور میں ایسا نہیں کرتا۔ یا وہ منافق بنا کر ہماری جماعت میں داخل کرتے ہیں گو میں یہ بھی نہیں کرتا۔ پھر اِس کا ایک اور پہلو بھی ہے یہ ایمان یا منافقت کا سوال نہیں ہر شخص بات کو سمجھنے اور اُسے حل کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ تفقہ کے لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ مومن نہیں منافق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بہت سے مسائل یاد تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے فرمایا ہے کہ وہ تفقہ میں کمزور تھے۔ پس اگر وہ ہماری جماعت میں سے کسی ایسے آدمی کو مقرر کر دیں جو تفقہ کے لحاظ سے کمزور ہو یا ہمارے نقطۂ نگاہ کو واضح نہ کر سکے تو اِس میں ہمارا نقصان ہوگا۔ پس یہ منافقت کا سوال نہیں تفقہ اور بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی اہلیت کا سوال ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں اِس شرط کو اپنے لئے مانتا ہوں تو آپ کیوں نہیں مانتے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اُن کو مجھ پر حسن ظنی ہے کہ میں اِس بارہ میں دیانتداری سے کام لوں گا مگر مجھے اِن پر نہیں۔ ان کے پچھلے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے میں یہی سمجھنے پر مجبور ہوں کہ وہ ضرور کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کریں گے تو اُن کی ایسی ہی باتیں ہیں جو فیصلہ نہیں ہونے دیتیں۔ وہ کیوں اسی طرح فیصلہ نہیں کرتے جس طرح دنیا ہمیشہ کرتی آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل بھی یہی تھا۔ آپ جاتے تھے اور اپنے دلائل سناتے تھے ماننے والے مان لیتے تھے اور انکار کرنے والے انکار کر دیتے تھے۔ وہ بھی کیوں اس طرح نہیں کر لیتے؟ وہ اپنے دلائل بیان کریں میں اپنے کروں گا۔ وہ ایسا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا، جو حضرت موسیٰؑ نے اختیار نہیں کیا بلکہ جو کسی بھی نبی نے اختیار نہیں کیا۔ نئے نئے طریقے پیش کرنے کے معنی تو یہی ہیں کہ وہ کوئی چالاکی کرنا چاہتے ہیں۔ پس اِس وقت جبکہ غیر مذاہب کے بھی بہت سے معزز اصحاب موجود ہیں میں اُن سے کہتا ہوں کہ ان میں سے کوئی صاحب مہربانی کر کے مولوی صاحب کو فیصلہ پر آمادہ کریں اور ان سے بات چیت کر کے مجھے اطلاع دیں اور انہیں سمجھائیں کہ فیصلہ کا جو طریق ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اُس کے مطابق وہ کیوں فیصلہ پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اُن کی یہ بات کہ مذہب کے فیصلہ کے لئے جج مقرر ہوں بالکل ناجائز ہے۔ یا ایسے امور کے فیصلہ کیلئے جو عقائد میں داخل نہیں میرے جج مقرر کئے جانے کی شرط مان لیتے۔ پر اُن کا یہ کہنا کہ میرے نمائندے وہ مقرر کریں اور اُن کے میں کروں بالکل خلافِ عقل بات ہے۔ پھر میں تو فیصلہ کے نہایت آسان طریق ان کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ مثلاً میں نے کئی بار کہا ہے کہ:۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جماعت کے جو عقائد تھے اور جن کی اشاعت کی جاتی تھی وہی عقائد صحیح ہو سکتے ہیں۔ میں اُن کو اُس زمانہ کی تحریروں میں سے اُن کے عقائد نکال دیتا ہوں اور وہ میری اِس زمانہ کی تحریروں میں سے میرے عقائد نکال لیں۔ ان کو اکٹھا شائع کر دیا جائے اور ہم دونوں اُن کے نیچے لکھ دیں کہ آج بھی ہمارے یہی عقائد ہیں وہ میرے حوالے نکال دیں میں اُن کے نکال دیتا ہوں اپنی طرف سے کوئی کچھ نہ لکھے۔ ہاں اگر کوئی فریق دوسرے کے حوالہ کو ادھورے رنگ میں پیش کرے تو اُسے حق ہے کہ اُسے مکمل طور پر درج کرنے کا مطالبہ کرے اور اس کے ساتھ اُس حصہ کو شامل کرا سکے جس سے اُس کی عبارت پوری طرح واضح ہوتی ہو اور دونوں نیچے لکھ دیں کہ یہ ہمارے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تھے اور آج بھی ہم اِن پر قائم ہیں اور اِس سے سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا مگر وہ اِس طریق کی طرف بھی نہیں آتے۔

۲۔ پھر ایک اور طریق یہ ہے کہ وہ جب بعض حوالے پیش کرتے ہیں تو ہم کیا کرتے ہیں کہ ان کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری زمانہ میں ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی رسالہ میں کی ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ جو بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبوت کے بارہ میں شروع میں تھا اور جو تشریح آپ اِس کی شروع میں فرماتے تھے وہی اِس رسالہ میں ہے۔ اور میں نے ان کے سامنے فیصلہ کا یہ طریق پیش کیا ہے کہ دونوں اِس رسالہ پر دستخط کر دیں اور لکھ دیں کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے اور پھر اِسے شائع کر دیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر پر دستخط کرنے کو تیار ہوں گا مگر وہ نہیں کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اِس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کی تشریح میں تبدیلی کی ہے مگر وہ اِس بات کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں بلکہ اِس میں بھی وہی بات دُہرائی گئی ہے جو آپ اس سے پہلے بیان فرماتے رہے۔ اور میں نے کئی بار فیصلہ کا یہ طریق ان کے سامنے پیش کیا ہے کہ دونوں اِس پر دستخط کر دیں اور لکھ دیں کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور پھر اِس رسالہ کو

مشترکہ خرچ سے لاکھ دو لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ میں تو فیصلہ کے کئی طریق پیش کرتا ہوں مگر وہ پہلے کھڑے ہو کر میں نہ مانوں میں نہ مانوں کہہ دیتے ہیں اور بجائے کسی فیصلہ کے لئے تیار ہونے کے میرے متعلق سخت کلامی پر اُتر آتے ہیں حالانکہ میں نے ان کے متعلق کبھی سخت کلامی نہیں کی۔ وہ کئی بار مجھے یزید کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اِس پر بُرا منانے کی کوئی وجہ نہیں۔ یزید ایک بادشاہ تھا یہ تو عزت افزائی ہے اور اتنا نہیں سوچتے کہ نمرود اور فرعون بھی تو بادشاہ تھے اگر اُن کو اِن ناموں سے مخاطب کیا جائے تو کیا وہ خوش ہوں گے اور اسے اپنی عزت افزائی سمجھیں گے یا بُرا منائیں گے۔

پس اِس وقت جو غیر احمدی یا غیر مسلم دوست بیٹھے ہیں میں ان کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب ایسے ہوں جو اِن پر کوئی اثر رکھتے ہیں تو وہ ان کو توجہ دلائیں کہ ان طریقوں میں سے کسی کے مطابق فیصلہ کر لیں اور نہیں تو وہ جسے ماموراِلٰہی سمجھتے ہیں اُس کی تحریر پر دستخط کر دیں۔

۳۔ پھر ایک اور طریق فیصلہ کا بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں انہوں نے عدالت میں ایک شہادت دی تھی وہ ان کی اپنی شہادت ہے میری نہیں وہ اُسی پر دستخط کر دیں اور لکھ دیں کہ آج ان کا عقیدہ وہی ہے میں اُس پر دستخط کر دوں گا اور لکھ دوں گا کہ میرا عقیدہ بھی یہی ہے۔ گویا ان کے اپنی ہی شہادت پر دستخط کر دینے سے بات ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کیسے سہل طریق ہیں اور جائز اور تقویٰ کے مطابق ہیں مگر وہ اِن کی طرف نہیں آتے اور عجیب عجیب شرطیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کتنی عجیب بات ہے کہ میرے وکیل وہ مقرر کریں اور اُن کے میں کروں۔ اِس طرح تو بٹیر لڑانے والے بھی نہیں کرتے کہ میرا بیٹرا تو لڑا اور تیرا میں لڑاؤں اور جو طریق بیٹر باز بھی اختیار نہیں کرتے مَیں دینی امور کے بارہ میں اُسے کس طرح اختیار کر لوں۔

اب میں اِس سال کے بعض کاموں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں تا جماعت کو مجموعی طور پر ان

کی طرف توجہ ہو۔ اِس سال دو نئے ادارے قائم کئے گئے ہیں ایک تعلیم الاسلام کالج ہے اور ایک فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ کالج کی پہلی جماعت یعنی ایف اے کا پہلا سال شروع ہو چکا ہے اور آئندہ سال کوشش کی جائے گی کہ بی اے کا پہلا سال بھی شروع کیا جا سکے۔ خیال یہ تھا کہ چونکہ پہلا سال ہے اور اعلان بھی پوری طرح نہیں ہو سکا اس لئے ۴۰، ۵۰ طالب علم بھی آ جائیں تو بہت ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ۸۰ طالب علم آ گئے ہیں جن میں دس بارہ ہندو اور سکھ بھی ہیں۔ گویا کالج کی ابتداء نہایت خوش کن ہے اور امید ہے کہ اگر جماعت نے اِس روح کے ماتحت کام کیا تو یہ بہت ترقی کر جائے گا اور اگر اس سال ۸۰ طالب علم آئے ہیں تو اگلے سال اور بھی زیادہ آئیں گے۔ اس سال پندرہ سولہ طالب علم تو ایسے آئے ہیں کہ جنہوں نے تعلیم ختم کر رکھی تھی یعنی میٹرک پاس کرنے کے بعد دو دو چار چار سال سے بیٹھے تھے۔ جب یہاں کالج شروع ہوا تو وہ آ کر داخل ہو گئے۔ ان کے والدین نے ان کو یہاں بھیج دیا اور اس طرح گویا یہ طالب علم کالج کو مفت مل گئے اور جو نئے آئے ہیں اُن کی تعداد قریباً ۶۵ ہے۔ پھر کوئی ادارہ نیا نیا جاری ہوتا ہے تو لوگوں میں نیا نیا جوش بھی ہوتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اِس کا تجربہ کرے مگر کچھ عرصہ کے بعد نئے ہونے کی لذت جاتی رہتی ہے۔ یہ وہ نقطۂ نگاہ ہے جس کی طرف مَیں منتظمین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اِس کا خیال رکھیں اور جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ اب کالج کھل چکا ہے اُن پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ طلباء کو بھجوائیں تا وہ اعلیٰ درجہ کی دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہاں اخراجات بھی باہر کی نسبت کم ہوں گے اور ان کے بچے دوسرے شہروں کی مسموم ہوا سے بھی محفوظ رہیں گے۔ بِالعموم جب طالب علم کالجوں میں جا کر داخل ہوتے ہیں تو اُن کی عمر چھوٹی ہوتی ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زہریلی ہوا اُن پر اثر کرتی ہے لیکن اگر یہاں بی اے تک کی تعلیم وہ پا سکیں تو پھر وہ ہوا جو اِباحت اور بے دینی پیدا کرتی ہے اُن پر اثر نہ کر سکے گی خواہ وہ کہیں چلے جائیں۔ کیونکہ یہاں وہ اُن لوگوں سے تعلیم حاصل کریں گے جو ان اعتراضات اور مسائل کو حل کرنے والے ہوں گے جو نوجوانوں کے

اندر بے دینی اور لامذہبیت پیدا کرتے ہیں اور پھر یورپین فلسفہ کا اثر اُن پر بہت کم ہوگا یا بالکل نہیں ہوگا۔ یہاں کالج کا جاری کرنا ضروری تھا کیونکہ جس قسم کے حملہ کی تیاریاں باہر ہو رہی ہیں اُس کے دفاع کا انتظام اِس کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ جو نوجوان ملازمت اختیار کر لیتے ہیں یا دوسرے کام کاج میں لگ جاتے ہیں اُن کو مطالعہ کا موقع بہت کم ملتا ہے اور اگر وہ کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو صرف لطف اُٹھانے کے لئے، اور اس طرح ان پر اثر کم ہوتا ہے۔ لیکن کالج کے طالب علموں کا چونکہ یہی کام ہوتا ہے اور پھر ان کے پروفیسر وغیرہ بھی اِس قسم کے ہوتے ہیں اور دن رات اُن کو ایسے لوگوں میں رہنا پڑتا ہے جو عام طور پر بے دین ہوتے ہیں اس لئے باہر کی مسموم ہوا کا اُن پر زیادہ اثر ہوتا ہے اس لئے یہاں کالج کا ہونا ضروری تھا تا جہاں ہزاروں پروفیسر اسلام کے خلاف مواد جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور یورپین علوم کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں وہاں کم سے کم پندرہ سولہ ہی ایسے ہوں جو اِن ہی علوم کو اسلام کی تائید میں استعمال کریں اور اِن سے اسلامی مسائل کی تائید کا پہلو نکالیں۔ میں نے کالج کے منتظمین کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایسی مختلف سوسائٹیاں قائم کریں کہ جو سائنس اور مختلف علوم کے نظریات سے اسلام کے مسائل کی تائید کے پہلوؤں پر غور کریں۔ پہلے اِن سوالات کو جمع کیا جائے جو اسلام پر پڑتے ہیں اور پھر ان کے جوابات سوچیں۔ باہر سے مشہور پروفیسروں کو یہاں منگوائیں اور اُن سے ایسی تقریریں کرائیں جو مذہب کے خلاف ہوں اور پھر اُن کے جواب تیار کریں اور وہ جواب باہر کے پروفیسروں کو بھجوائیں اور لکھیں کہ اب تک یہاں تک بحث فلاں فلاں بات کے متعلق ہو چکی ہے اگر آپ اِن پر مزید روشنی ڈالنا چاہیں تو ڈالیں تا مزید غور اِن کے متعلق ہو سکے اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہے تاجب یہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد طالب علم باہر جائیں تو وہ سارے سوالات جو اسلام پر کئے جاتے ہیں اُن کے سامنے آچکے ہوں اور ان کے جواب بھی اِن کو معلوم ہوں۔ ایسے مضامین شائع بھی کئے جاسکتے ہیں تا باہر کے جو لوگ بھی چاہیں تو اِن میں حصہ لے سکیں۔

ریسرچ کی غرض فضل عمر سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ ایک حد تک سائنس پہنچتی ہے اور اُس کے بعد مذہب کی تائید کا پہلو اُس میں سے نکلتا ہے اور اِس انسٹی ٹیوٹ کی غرض یہ ہے کہ سائنس کے جن مسائل کا مذہب پر اثر پڑتا ہے اُنہیں حل کر کے دنیا کے سامنے پیش کریں اور بتائیں کہ ان سے اسلام کی تائید ہوتی ہے۔ اِس کے متعلق بھی میں نے ایک سوسائٹی کے قیام کی ہدایت کی ہے جو باہر سے اہل علم لوگوں کو بُلائے گی اور مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل میں ان کی تقریریں کرائے گی۔ پھر ان کے جواب میں تقریروں کا انتظام کرے گی اور پھر باہر کے لوگوں کو جواب الجواب کا موقع دے گی۔ یہ مضامین بھی شائع کئے جائیں گے اور لکھا جائے گا کہ فلاں مسئلہ سے اِس حد تک مذہب کی تائید ہوتی ہے اگر کوئی اِس کے خلاف تقریر کرنا چاہے تو آ کر کر سکتا ہے۔ یا اگر کوئی یہاں نہ آ سکے تو لکھ کر بھیج سکتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسے لوگوں کو جو تقریریں وغیرہ کرنے کے سلسلہ میں آئیں کرایہ وغیرہ بھی دیا جائے گا۔ گویا کہ کالج کے ذریعہ اسلام کو ڈیفنس کرنے کا انتظام کیا جائے گا اور اِس سے دیگر مذاہب کے خلاف جارحانہ کارروائی کا سامان مہیا کیا جائے گا۔

پھر اِس کا یہ بھی کام ہوگا کہ ایسی مختلف چیزوں کو دریافت کرے جو تجارتی لحاظ سے مفید ہوسکیں گویا مادی حصہ کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ اِس کام کا ایک حصہ شروع ہو چکا ہے اور امید ہے اگلے سال تک تیاری مکمل ہو جائے گی۔ اگر خدا تعالیٰ اِس کام میں کامیابی بخشے تو بعض ایجادات کا فائدہ تحریک جدید کو پہنچ سکتا ہے۔ بعض میں دوسرے افراد کو بھی اگر ضرورت ہو تو شامل کیا جا سکے گا اور بعض ایسی بھی ہوسکتی ہیں جنہیں ہم خود نہ چلا سکتے ہوں انہیں فروخت کر کے ریزرو فنڈ کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ بظاہر یہ ایک خیالی بات معلوم ہوتی ہے مگر جس حد تک بعض کارروائیاں ہو چکی ہیں اُن سے امید کی جا سکتی ہے کہ مادی طور پر بھی اس کام کو مفید بنایا جا سکتا ہے۔

کالج کے لئے میں نے دو لاکھ روپیہ چندہ کی اپیل کی تھی۔ پہلی تحریک ایک لاکھ پچاس ہزار کی تھی مگر بعد میں دو لاکھ کی کی تھی اور اب تک ایک لاکھ ستاون ہزار روپیہ کے وعدے آچکے ہیں اور ۴۳ ہزار باقی ہے احباب کو چاہئے کہ اِس رقم کو جلد از جلد پورا کریں۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے کالج کے چندہ کا بوجھ صرف چند لوگوں نے اُٹھایا ہے اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اِس میں حصہ نہیں لیا۔ بیت المال پھر تحریک کر رہا ہے اور مجھے امید ہے کہ جماعت کے دوست ۴۳ ہزار روپیہ جلد از جلد پورا کر دیں گے۔ اگر دوست تھوڑا تھوڑا بھی حصہ لیں تو یہ رقم نہایت آسانی سے پوری ہوسکتی ہے۔ مستقل اخراجات کیلئے چالیس پچاس ہزار روپیہ کی مزید ضرورت ہوگی اور بی اے۔ بی ایس سی کی کلاسیں جاری کرنے کے لئے ایک لاکھ کے قریب روپیہ کی ضرورت ہوگی مگر اس کے لئے اعلان ۱۹۴۵ء کے کسی حصہ میں کیا جائے گا۔ سردست دو لاکھ روپیہ میں سے جتنا باقی ہے اسے پورا کر دیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی باقاعدہ چندے بھی درست باشرح اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے رہیں تا سلسلہ کے دوسرے کاموں پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے اِسے صحیح طور پر چلانے کے لئے تو کم از کم تیس لاکھ روپیہ چاہئے اِس میں ۲۵، ۳۰ ایم ایس سی یا بی ایس سی کام کرنے والے ہونے چاہئیں۔ ہم بِالعموم زندگیاں وقف کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر فی کس دوسَو روپیہ بھی سب کو وظیفہ دیا جائے تو ۷۲ ہزار روپیہ سالانہ تو صرف تنخواہوں کا خرچ ہوگا۔ اِس کے علاوہ آلات کا خرچ ہے، کیمیکلز کا خرچ ہے، دھاتوں وغیرہ کا خرچ ہے، بجلی کا خرچ ہے اور اِس قسم کے کئی دوسرے اخراجات ہیں۔ جن کے لئے کافی روپیہ چاہئے تو یہ سب سے زیادہ اخراجات والی چیز ہے۔ مگر چونکہ یہ ادارہ خود بھی آمد پیدا کرے گا۔ اِس لئے امید ہے کہ اِس کے لئے زیادہ چندوں کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ بہرحال کچھ عرصہ کے بعد پتہ لگ سکے گا کہ ہم اِس سکیم کو کس طرح چلا سکتے ہیں۔ اِس سکیم کے ماتحت پانچ نوجوان ایم ایس سی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایک دوست جو پہلے گورنمنٹ سروس میں تھے استعفیٰ دے کر یہاں آ چکے ہیں اِس سال اُن

کو P.H.D کی ڈگری حاصل ہوئی ہے اور اب وہ D.S.C کا امتحان دینے والے ہیں۔ بعض نوجوان ابھی چھوٹی جماعتوں میں تعلیم پا رہے ہیں اور ابھی کہا نہیں جا سکتا کہ کب تیار ہوں گے بہرحال اِس کے لئے بہت اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے امید ہے کہ وہ اسے مکمل کرا دے گا اور کوئی نہ کوئی ایسے ذرائع پیدا کر دے گا کہ یہ کام اچھی طرح چل سکے اور ہم اس کے ذریعہ ایک مضبوط ریزرو فنڈ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ اِس کے علاوہ یہ ادارہ تبلیغ کا بھی ایک مؤثر ذریعہ ہوگا اِس سے ہم یورپ اور امریکہ کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرا سکیں گے اِس کام کی طرف مجھے اِس لئے بھی توجہ ہوئی کہ ساری قومیں سائنس میں ترقی کر رہی ہیں اور ایسے ادارے قائم کر کے اپنی اپنی قوم کی مادی ترقی میں کوشاں ہیں مگر مسلمانوں کا کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے حالانکہ قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے کہ نیچر کے مسائل پر غور کرنا چاہئے مگر مسلمان اس سے غافل تھے۔ اِس لئے مَیں نے ضروری سمجھا کہ ہم ہی اِسے شروع کر دیں۔ سردست یہ کام قرض لے کر شروع کر دیا گیا ہے۔

تجارتی تنظیم

اِس کے ساتھ یہ بھی ضروی ہے کہ جماعت کی تجارتی تنظیم بھی ہو جائے۔ اس کے بارہ میں مَیں نے ایک خطبہ بھی پڑھا تھا مگر عمر بھر میں میرا کوئی اور خطبہ ایسا نہیں جس پر اِس قدر بے توجہی سے جماعت نے کام لیا ہو جتنا اِس پر لیا ہے۔ باہر سے کسی تاجر کا کوئی خط نہیں آیا جس میں کوئی مشورہ دیا گیا ہو یا تعاون پر آمادگی کا اظہار کیا گیا ہو۔ میری زندگی کا یہ پہلا تجربہ ہے کہ جو تحریک جماعت کو مخاطب کر کے کی گئی اُس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ ممکن ہے اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ میں نے کہا تھا کہ اِس کیلئے مرکز میں ایک ادارہ قائم کر دیا جائے گا۔ مگر وجہ خواہ کچھ ہو عملی طور پر ہوا یہی ہے کہ بعض ایسے تجربہ کار لوگوں نے جن کا تجارت کے پیشہ کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں بعض بڑی بڑی لمبی اور تفصیلی سکیمیں ارسال کی ہیں۔ یہ بھی ایک مرض ہے کہ جب بھی کوئی نئی بات پیش ہوتی ہے بعض ایسے لوگ جن کا کوئی واسطہ اُس سے نہیں ہوتا لمبی لمبی تفاصیل اِس کے متعلق لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور بڑی تجاویز

پیش کرتے ہیں۔ اِسی طرح اِس تحریک کے متعلق ہوا ہے بعض ایسے لوگوں کی طرف سے جن کا اِس فن سے کوئی تعلق نہیں بہت سی تجاویز آئی ہیں ایسی تجاویز جن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ مگر جو ماہرینِ فن ہیں انہوں نے اِس طرف کوئی توجہ نہیں کی بہر حال اب میں نے مرکز میں اِس کے لئے ایک ادارہ بھی قائم کر دیا ہے اور سیکرٹری مقرر کر دیا ہے کیونکہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ تجارتی تنظیم کا کام بہت ضروری ہے۔ اب بعض چیزیں قریباً تیار ہیں مگر اُنہیں کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے دوستوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ مثلاً یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اِس قسم کی چیزوں میں دلچسپی لینے والے تاجر کون ہیں جن کے پاس اِن کو فروخت کیا جا سکتا ہے یا جن کے ساتھ مل کر کام کو چلایا جا سکتا ہے۔ اگر دوست اِس کام میں دلچسپی لیں تو خود اُن کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی چیز جو میرے مدنظر ہے یہ ہے کہ تاجروں کو منظّم کر کے تبلیغ کے کام کو وسیع کیا جائے۔ بعض سکیمیں ایسی ہیں کہ جن سے تاجروں کو بھی کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور تبلیغ کے کام میں بھی مدد مل سکتی ہے مگر میں اُن کو پبلک میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر ان کو پبلک میں بیان کر دیا جائے تو مخالف بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں یہ سب باتیں میں اسی صورت میں بیان کر سکتا ہوں کہ تجارتی تنظیم مکمل ہو جائے اور احمدی تاجروں کی انجمن قائم ہو جائے۔ جماعتی تعاون تجارت میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کئی ایسے لوگ ہیں جو تجارتی کاموں میں پڑنا چاہتے ہیں مگر اُن کو واقفیت نہیں ہوتی کہ کیا کام شروع کریں، کس طرح کریں اور کہاں سے کریں۔ بعض کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، بعض کے پاس سرمایہ تو تھوڑا بہت ہوتا ہے مگر اُنہیں کام کرنے کا ذریعہ معلوم نہیں ہوتا۔ اگر جماعت کی تجارتی تنظیم ہو جائے تو ایک دوسرے کو بہت مدد مل سکتی ہے۔ پھر کئی ایسے ممالک ہیں کہ اگر احمدی تاجر وہاں جائیں تو بہت جلد ترقی کی امید کر سکتے ہیں مگر یہ سب معلومات پبلک میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ اگر پبلک میں یہ باتیں بیان کر دی جائیں تو دوسرے لوگ فائدہ اُٹھا لیں گے اور اُن علاقوں کے تاجر بھی سمجھیں گے کہ یہ لوگ بِالا رادہ اور

ایک سکیم کے ماتحت یہاں آئے ہیں اور اس لئے وہ زیادہ مخالفت کریں گے۔ پس میں جماعت کے تاجروں کو اپنے اِس خطبہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے اُن کا جلد از جلد منظّم ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ اِس وقت مزدوروں اور کارخانہ داروں کے درمیان لڑائیاں جاری ہیں لیکن ہم ایسے رنگ میں اِس سکیم کو چلانا چاہتے ہیں کہ ایسے جھگڑے پیدا ہی نہ ہوں اور دونوں ترقی کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور ہم اِس کیلئے بہت سی باتیں بتا سکتے ہیں مگر پبلک میں ان کا بیان کرنا مناسب نہیں۔ تاجر احباب جلد سے جلد اپنی انجمن بنا لیں جس کے سامنے میں یہ باتیں بیان کر دوں گا۔ احمدی تاجروں کو چاہئے کہ وہ جلد سے جلد اپنے نام تحریک جدید کے دفتر میں بھجوا دیں اور جس قسم کا تعاون کر سکیں کریں۔ اِن کاموں کے چلانے کے لئے واقفین کی بھی ضرورت ہے اور نوجوانوں کو چاہئے کہ اِن کاموں کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں۔

۱۸۰ مربعہ اراضی

گزشتہ سال میں نے اعلان کیا تھا کہ سندھ سے ۱۸۰ مربعہ اراضی آزاد کرائی جا چکی ہے اِس سال تک یہ رقبہ تین سَو مربعہ یعنی ساڑھے سترہ ہزار ایکڑ کے قریب ہے جو آزاد کرایا جا چکا ہے دو ہزار ایکڑ کے قریب باقی ہے جس میں سے ہزار ڈیڑھ ہزار ایکڑ کے قریب زمین خریدی جا چکی ہے اور باقی کی خرید کے معاہدے ہو چکے ہیں۔ جو خریدی جا چکی ہے اُسے قریبی عرصہ میں آزد کرانے کی کوشش کی جائے گی۔ پانچ چھ سَو ایکڑ تو عنقریب ہی آزاد ہو جائے گی۔ اِس کے علاوہ کچھ رقبہ ایسا ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ وہ خریدنے کے قابل ہی نہیں۔ امید ہے کہ ۱۹۴۵ء میں ساری کی ساری زمین جو ہم خریدنا چاہتے ہیں ہم خرید کر آزاد کرا سکیں گے۔ تحریک جدید کے دس سالہ دَور میں کل قریباً ساڑھے نو ہزار ایکڑ اراضی خریدی گئی ہے اِس کی قیمت میں ساڑھے تین لاکھ روپیہ قرض لے کر ادا کیا گیا ہے اور باقی تحریک جدید کے چندوں سے۔ سندھ میں چونکہ کاشت کرنے والے بہت کم ہیں اِس لئے وہاں زمینوں کی قیمتیں پنجاب کی نسبت بہت کم ہیں پھر بھی

سندھ کی موجودہ قیمتوں کے لحاظ سے یہ جائداد ساڑھے بائیس لاکھ روپیہ کی ہے اور اگر پنجاب میں زمینوں کی قیمتوں پر اندازہ کیا جائے تو یہ ساٹھ سے اسّی لاکھ تک مالیت کی ہے۔ مگر صوبہ سندھ زراعت میں پنجاب سے بہت پیچھے ہے اور وہاں کاشت کرنے والے بھی کم ہیں۔ پنجاب میں تو یہ حالت ہے کہ مزارعین مالکانِ اراضی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں مگر وہاں مالکان مزارعین کے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ زیادہ پروا نہیں کرتے۔ یہاں تو مزارعین پیشگی دے کر ٹھیکے اور کاشت پر مربعے لیتے ہیں مگر وہاں مالکان مزارعین کو پیشگی رقوم دے کر آمادہ کرتے ہیں کہ کاشت کریں۔ پھر یہاں تو زمیندار زمین کو ایسا تیار کرتے ہیں کہ وہ بہت پیداوار دیتی ہے مگر وہاں کسان اتنی محنت نہیں کرتے وہ صرف بیج پھینک آتے ہیں اور باقی سارا کام مالک خود کراتے ہیں۔ پھر بھی حالات بدل رہے ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں جب میں نے پہلی دفعہ سندھ کا سفر کیا تھا تو گھوڑوں پر کیا تھا اور حالت یہ تھی کہ کئی جگہ رستہ نہیں ملتا تھا اور اِردگرد آدمی بھیج کر دریافت کرانا پڑتا تھا کہ راستہ کس طرف ہے مگر اب وہاں ریل جاری ہوگئی ہے اور بعض ریلوں میں اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ جگہ نہیں ملتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ علاقے آباد ہو رہے ہیں اور امید ہے آہستہ آہستہ وہاں بھی زمینوں کی قیمت پنجاب جتنی ہی ہو جائے گی مگر سرِ دست کم ہے۔ پھر بھی ساڑھے بائیس لاکھ روپیہ کی یہ جائداد ہے اور اگر باقی کی زمین بھی آزاد ہو جائے تو گویا تیس لاکھ روپیہ کا ریزروفنڈ قائم ہو جائے گا۔ وہاں کام کرنے کے لئے بھی کارکنوں کی بہت ضرورت ہے اور میں تحریک کرتا ہوں کہ وہاں کام کرنے کے لئے بھی ایسے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں جو زمیندارہ کام سے واقف ہوں۔ ان کے لئے اکاؤنٹنٹ، مینیجر اور منشیوں کا کام کرنے کے لئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے اور جو لوگ وہاں خدمت سرانجام دیں گے وہ بھی سلسلہ کے ایسے ہی خادم سمجھے جائیں گے جیسے سلسلہ کے مبلّغ ہیں۔ جو شخص وہاں جا کر منشی کا کام کرتا ہے وہ ثواب کا ویسا ہی مستحق ہے جیسے امریکہ کا مبلّغ، اس لئے میں پھر تحریک کرتا ہوں کہ بیس سے تیس سال تک کی عمر کے نوجوان جو پرائمری یا مڈل تک تعلیم رکھتے ہوں سندھ کی اراضیات پر کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کریں اور زندگیاں وقف کریں تا اُنہیں کام کے لئے تیار کر کے وہاں

بھجوایا جا سکے۔ پھر وہاں مینیجروں کی بھی ضرورت ہے اِس کے لئے دو گریجوایٹوں نے زندگیاں وقف کی ہیں۔ان میں سے ایک کو ہم ایم ایس سی کی دوسرے کو بی ایس سی کی تعلیم دلا رہے ہیں۔ اور بھی ایسے نوجوان جو بی اے یا بی ایس سی ہوں اور جنہیں زمیندارہ کام کا تجربہ ہوا گر اپنے نام پیش کریں تو بہت اچھا ہے۔

دفتری نظام

ایک اور خطرہ جو ہمارے دفتری کاموں کے سلسلہ میں ہے میں اُس کا ذکر بھی کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ موجودہ ناظر جب سے مقرر ہوئے ہیں وہی کام کر رہے ہیں اِن کا کوئی قائم مقام تیار نہیں ہوا۔ یہی چند ایک لوگ ہیں جو بیس بیس سال سے زائد عرصہ سے کام کر رہے ہیں اور آگے ہمارے پاس کوئی ایسے آدمی نہیں ہیں جو اِن کی جگہ لے سکیں۔ میں نے مجلس مشاورت کے موقع پر یہ اعلان کیا تھا کہ میں تحریک جدید کے واقفین میں سے ایسے آدمی دوں گا جنہیں ایسے رنگ سے ٹریننگ دی جائے کہ وہ آئندہ جا کر نظارتوں کا کام کر سکیں۔ چنانچہ میں نے واقفین میں سے چھ نوجوان صدر انجمن احمدیہ کو دیئے ہیں کہ اِنہیں مختلف محکموں میں ٹریننگ دی جائے تا جب کسی ناظر کی کوئی جگہ خالی ہو تو وہ کام کو سنبھال سکیں۔ یہ نوجوان واقفین میں سے دیئے گئے ہیں۔ہم اِن کو صرف گزارہ دیں گے جو صدر انجمن احمدیہ تحریک جدید کو ادا کر دیا کرے گی۔ اِن کو ترقیات اور گریڈ وغیرہ کوئی نہیں دیئے جائیں گے کیونکہ وہ واقف ہیں۔

تبلیغ کے کام کو وسعت دینے کے لئے اس سال کراچی، بمبئی اور کلکتہ میں باقاعدہ مشن کھول دیئے گئے ہیں۔ میری عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ ان مقامات پر مشن کھولے جائیں جو ہندوستان ....مگر افسوس کہ اب تک اِس طرف توجہ نہ دی گئی۔اب یہ مشن کھل گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی کامیابی ہو رہی ہے خصوصاً کلکتہ میں زیادہ کامیابی ہو رہی ہے وہاں اب تک ایک درجن اچھے کام کرنے والے آدمی سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اور درجنوں ہیں جو تیار ہو رہے ہیں اور قریب آ رہے ہیں۔کراچی میں بھی بیداری کے آثار نظر آتے ہیں کچھ لوگ وہاں بھی احمدی ہوئے ہیں اور امید ہے کہ وہاں جلد مرکز مضبوط ہو کر زیادہ اچھے نتائج پیدا ہو سکیں گے۔بمبئی میں دیر سے مشن قائم ہوا ہے ابھی موزوں جگہ بھی نہیں مل سکی مگر وہاں نیر صاحب

بطور مبلّغ گئے ہیں جو پُرانے تجربہ کار آدمی ہیں وہ کوشش بھی کر رہے ہیں اور امید ہے اِنْشَاءَ اللّٰہَ وہاں بھی جلد کامیابی ہو جائے گی۔ اِس کے بعد مدراس اور پشاور رہ جائیں گے اگر وہاں بھی مشن قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرحدیں مضبوط ہو جائیں گی۔ کوئٹہ کو میں نے پہلے شامل نہیں کیا تھا مگر اب اِسے بھی شامل کرنا ہے وہاں بھی مشن کا قائم ہونا ضروری ہے۔ وہاں سے بھی افغانستان کو آنے جانے والے قافلے گزرتے ہیں اور اگر وہاں بھی ہمارا مشن ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لاکھوں لوگوں کو تبلیغ ہو سکتی ہے۔

مساجد کی تحریک

اِس کے بعد میں مساجد کی تحریک کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے اِس سال یہ تحریک کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ اُمِّ طاہر احمد مرحومہ کی وفات کے بعد میں نے مسجد مبارک کی توسیع کی تحریک کی تھی اور احباب نے دیکھ لیا ہوگا کہ اب کیسی شاندار مسجد بن چکی ہے۔ پہلے تو اندازہ تھا کہ اِس پر ۱۲، ۱۳ ہزار روپیہ خرچ آئے گا اور میرا یہ بھی ارادہ تھا کہ بیرونی دوستوں کو بھی اِس میں حصہ لینے کا موقع دوں گا۔ مگر میں نے عصر کی نماز کے بعد یہ تحریک کی کہ میں چاہتا ہوں اِس مسجد کو وسیع کیا جائے اور عشاء کی نماز تک سولہ ہزار کی بجائے قادیان کی جماعت نے ہی ۲۴ ہزار روپیہ جمع کر دیا۔ اِس تحریک کے نتیجہ میں مسجد مبارک پہلے کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے اور ابھی بعض اور سامان بھی اُس کی وسعت کے ہیں اور خدا تعالیٰ چاہے تو اِس سے بھی وسیع ہو سکتی ہے۔ اِس کے علاوہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسجد اقصیٰ کو وسیع کیا جائے۔ چند ہی سال ہوئے ہم نے اِس مسجد کو بڑھایا تھا۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے مہربانی کر کے اپنا مکان انجمن کے پاس فروخت کر دیا جسے مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ بعض نادانوں نے اُس وقت اعتراض بھی کیا تھا کہ اُنہوں نے مکان بہت مہنگا دیا مگر یہ اعتراض صحیح نہیں۔ انہوں نے جو قیمت لی وہ واجبی تھی اور میں سمجھتا ہوں اُنہوں نے اپنا مکان دے کر قربانی ہی کی تھی ورنہ جس مکان میں آدمی ایک عرصہ سے رہ رہا ہو اُسے دے دینا آسان نہیں ہوتا۔ اب وہ مسجد بھی تنگ ہوگئی ہے دوسری طرف باہر کے دوستوں کی طرف سے میرے پاس یہ شکایت پہنچتی ہے کہ مسجد مبارک کے چندہ کی تحریک میں انہیں حصہ لینے کا موقع نہیں دیا گیا اب اگر مسجد اقصیٰ میں توسیع کی تحریک کی گئی تو باہر کے دوستوں کو ضرور

اس میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے گا مگر ابھی اس تحریک کا موقع نہیں۔ اگر اس مسجد کو بڑھایا گیا تو میرا خیال ہے اِس پر پچاس ہزار روپیہ بلکہ ممکن ہے ایک لاکھ روپیہ خرچ ہو۔اب جن عمارات کو اِس میں شامل کر کے اِسے وسعت دی جاسکتی ہے وہ بہت قیمتی جائدادیں ہیں۔ اِس لئے اِسے وسیع کرنے پر کافی خرچ آئے گا اور جب اِس کا موقع آئے گا میں تحریک کر دوں گا اور باہر کی جماعتوں کو اِس میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے گا۔

اِس سال میں نے یہ تحریک بھی کی تھی کہ ہندوستان کے سات اہم مقامات پر مساجد تعمیر کرنا چاہئیں یعنی پشاور، لاہور، کراچی، دہلی، بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں۔ اور یہ تحریک بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو رہی ہے۔ دہلی کے دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور سب نے ایک ایک ماہ کی آمد چندہ میں دی اور اِس طرح اِس مد میں تیس ہزار روپیہ کے وعدے ہو چکے ہیں اور کچھ روپیہ امانت فنڈ سے دے دیا گیا ہے۔ دو کنال زمین خرید لی گئی ہے جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ ہے یہ نواب پٹواری کی جائداد ہے۔ ستّر ہزار روپیہ عمارت کی تعمیر پر خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔ یہ جگہ جو خریدی گئی ہے یہاں پہلے عیسائیوں کا مشن بنا تھا۔

مجھے اِس سلسلہ میں ایک بات یاد آئی جس سے بہت لطف آیا۔ قریباً تیس سال پہلے مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ہائی سکول اور بورڈنگ کی عمارتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہم تو قادیان سے جا رہے ہیں لیکن دس سال نہیں گزریں گے کہ اِن عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اُن کی یہ بات تو خدا تعالیٰ نے غلط ثابت کر دی اور ہمیں توفیق دی کہ دہلی میں عین اُس مقام پر ہم مسجد بنا رہے ہیں جہاں سب سے پہلے عیسائیوں نے اپنا مشن قائم کیا تھا اور اِس طرح بجائے اِس کے کہ عیسائی ہماری عمارتوں پر قبضہ کر سکتے ہم کو اللہ تعالیٰ نے وہ جگہ دے دی جہاں اُنہوں نے پہلے اپنا مشن قائم کیا۔ امید ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ میں وہاں ایک مسجد اور ایک ہال تعمیر ہو جائے گا۔ میرا تو اندازہ تھا کہ کم سے کم سَوا لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہو گا مگر دہلی کے دوستوں نے بتایا ہے کہ بعض تجاویز ایسی ہیں کہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ انہیں سامان سستا مِل سکے گا اور اِس طرح بہت جلد وہاں مسجد، ہال اور ایک مہمان خانہ تعمیر ہو سکے گا اور ہندوستان کے سیاسی مرکز میں ہمارا تبلیغی مرکز قائم ہو جائے گا۔

دوسری جماعت جس نے جماعت دہلی سے بھی بڑھ کر اِس تحریک میں حصہ لیا ہے وہ کلکتہ کی جماعت ہے۔ ابھی پانچ سات سال کی بات ہے کہ کلکتہ کی جماعت کا چندہ دو چار ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہوتا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہوا ہے کچھ نئے آدمی وہاں گئے اور جو پہلے سے وہاں موجود تھے اُن میں سے بعض کی حالت سُدھر گئی اور اب یہ حالت ہے کہ اِس جماعت نے ۶۶ ہزار روپیہ چندہ مسجد کے لئے دیا ہے اور ان میں سے بعض نے تحریک کی ہے کہ اِس چندہ کو ڈبل کیا جائے گویا ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب۔ ایک جگہ بھی انہوں نے مسجد کیلئے تجویز کی ہے جو امید ہے ساٹھ پینسٹھ ہزار میں مل جائے گی۔ ایک اور ٹکڑہ زمین کا شہر کے اندر ہے مگر اُس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہے میں نے یہی مشورہ دیا ہے کہ شہر کے باہر کے علاقہ میں بنائیں۔ باہر کے علاقہ میں تبلیغ میں سہولت ہوتی ہے وہاں مخالفت بھی بڑی ہوتی ہے تو اِس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے کلکتہ میں سامان ہو رہا ہے اور جماعت نے ۶۶ ہزار روپیہ جمع کر دیا ہے۔

بمبئی میں ابھی جگہ خریدی نہیں گئی مگر وہاں بھی سامان ہو رہا ہے۔ وہاں قبرستان کے لئے بھی جگہ حاصل کی جا رہی ہے۔ بعض ممبروں کے دستخط بھی ہو چکے ہیں صرف ایک کے باقی ہیں۔ فی الحال بمبئی میں زمین خریدنے کے لئے روپیہ مرکز سے بھجوایا گیا ہے۔

پشاور میں پہلے سے مسجد ہے مگر چھوٹی ہے وہاں مبلّغ کے لئے مکان اور لیکچر ہال کی بھی ضرورت ہے اور میں صوبہ سرحد کے احمدیوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ کسی ایسی جگہ کا خیال رکھیں جہاں پاس آبادی بھی ہو اور جگہ کھلی مل سکے تا اگر ہو سکے تو وہاں عربی مدرسہ بھی جاری کیا جا سکے۔

کراچی میں چار کنال کے قریب زمین مَیں دیر سے خرید چکا ہوا ہوں یہ دراصل اراضیاتِ سندھ کے سلسلہ میں خریدی گئی تھی کیونکہ خیال تھا کہ کراچی میں شاید .... رکھنا پڑے گا جو کہ حُکّام وغیرہ سے .... کچھ تو مَیں نے ذاتی طور پر خریدی تھی اور کچھ انجمن کی طرف سے خریدی تھی۔

لاہور میں بھی اچھے موقع پر سات ایکڑ زمین خرید لی گئی ہے مگر اب حکومت کی طرف سے نوٹس دیا گیا ہے اور وہ اِسے واپس لینا چاہتی ہے کوشش کی جائے گی کہ وہ واپس نہ لے کیونکہ

ہمارے پاس تو وہاں اور کوئی زمین ہے نہیں اور اگر انصاف سے کام لیا گیا تو ہم سے یہ زمین جبراً نہ لی جائے گی۔

مدراس میں کوئی کوشش نہیں کی گئی اگر وہاں بھی مسجد بن سکتی تو تبلیغ کا بہت اچھا موقع پیدا ہو سکتا تھا۔

حیدر آباد بھی ہندوستان میں ایک اہم جگہ ہے سیٹھ عبداللہ الہٰ دین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور اُنہوں نے ۲۵، ۳۰ ہزار روپیہ صرف کر کے وہاں ایک احمدیہ جوبلی ہال تعمیر کرایا ہے۔ ہے تو وہ مسجد ہی مگر کہلاتی ہال ہے اب انہوں نے اسے اور بڑا کر دیا ہے اور وہ اب تک اس پر قریباً پچاس ہزار روپیہ خرچ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد میں بیرونی مشنوں کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بیرونی مشنوں کے متعلق

اس سال جنگی مشکلات کے باوجود انگلستان، امریکہ اور افریقہ میں تبلیغی لحاظ سے اچھی کامیابی ہوئی ہے۔ انگلستان اور امریکہ وغیرہ ممالک میں یہ حالت ہے کہ قریباً تمام مرد جنگی خدمات کے سلسلہ میں بھرتی ہو چکے ہیں۔ یا تو وہ فوج میں کام کرتے ہیں اور یا کارخانوں میں، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انگلستان میں مولوی جلال الدین صاحب شمس کو توفیق دی اور انہوں نے انگلستان کے بڑے طبقہ کے لوگوں میں احمدیت کو روشناس کرا دیا۔ اِسی طرح امریکہ میں بھی اچھی کامیابی ہوئی ہے مگر سب سے زیادہ کامیابی افریقہ میں ہوئی ہے۔ وہاں اِس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تین مشن ہیں (۱) نائیجیریا میں۔ جو ہندوستان کے بعد سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی دس کروڑ کے قریب ہے اور وہاں دو تین کروڑ ہے۔

(۲) گولڈ کوسٹ۔ یہاں بھی کثرت سے مسلمان آباد ہیں۔

(۳) سیرالیون۔ یہاں بھی مسلمان آباد ہیں ان علاقوں میں عیسائیوں نے مشن کھول رکھے ہیں اور عیسائی حکومت بھی ان کی مدد کرتی ہے۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ عیسائیوں کے سکولوں کے سِوا کسی سکول کو کوئی امداد نہ دی جائے۔ ہم نے بھی وہاں کئی سکول قائم کئے ہیں اور لڑ بھڑ کر حکومت سے امداد بھی لی ہے اِن تینوں علاقوں میں ہمارے مدارس قائم ہیں جن میں

ہزاروں طالب علم تعلیم پا رہے ہیں اور ایسی کامیابی سے تبلیغ ہو رہی ہے کہ ہزاروں لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ وہاں جماعت کی ترقی کا اندازہ اِس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک کانفرنس میں تین ہزار نمائندے شریک ہوئے تھے۔ صرف ایک مُلک میں مردم شماری کرائی تو تعداد ۲۵ ہزار تھی۔ بعض علاقوں میں تو یہ حالت ہے کہ امراء شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری طرف تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ ایک چیف کی بہت خواہش تھی کہ کوئی احمدی مبلّغ اُس کی ریاست میں آئے وہ دو سال انتظار کرتا رہا مگر کوئی نہ جا سکا اب وہ فوت ہو چکا ہے۔ تو وہاں لوگوں کے دلوں میں تڑپ پائی جاتی ہے کہ ہماری باتیں سنیں مگر ہمارے مبلّغ اُن تک پہنچ نہیں سکتے۔ وہاں تبلیغ میں بعض مشکلات بھی ہیں وہاں نئے نئے قوانین رائج ہیں مثلاً عدالت میں بیان دیتے وقت ایک سٹول پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانی پڑتی ہے۔ احمدیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ایک زندہ خدا کے ماننے والے ہیں اور اُس کے سِوا کسی کی قسم نہیں کھا سکتے۔ ان کے ساتھ سختیاں بھی کی گئیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ پُرانے قانون کو احمدیوں کے لئے توڑا نہیں جا سکتا اور جو احمدی انکار کرتا اُسے جیل بھیج دیا جاتا۔ مگر احمدی دلیری سے جیل میں جانے لگے اور اب حکومت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ احمدیوں کو خدا کی قسم کھانے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ کئی احباب نے دیکھا ہوگا نیر صاحب ان علاقوں کے لوگوں کی تصویریں دکھایا کرتے ہیں۔ پہلے وہاں ہزاروں لوگ ننگے پھرا کرتے تھے مگر اب وہ کپڑے پہننے لگے ہیں اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے سیرالیون کے مبلّغ واپس آ رہے ہیں۔ حیفا سے اُن کا تار آیا ہے کہ ویزا چونکہ جلدی نہیں مل سکا اِس لئے جلسہ سالانہ پر نہیں پہنچ سکا۔ اب وہ عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں وہ جلسہ پر نہیں پہنچ سکے ورنہ میں چاہتا تھا کہ وہ خود اپنی مشکلات پیش کرتے۔ وہاں تبلیغ کا میدان بہت وسیع ہے اور درجنوں مبلّغ ہوں تو کام دے سکتے ہیں۔ چھ چھ ماہ کے بعد اِن مبلّغوں کا خرچ مقامی لوگ برداشت کر سکتے ہیں وہاں بہت سے افریقن مبلّغ بھی کام کرتے ہیں۔ کچھ دن ہوئے مجھے ایک مقامی مبلّغ کا خط آیا تھا اُس نے لکھا تھا کہ:۔

مولوی نذیر احمد صاحب

مولوی نذیر احمد صاحب کے کام کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے وہ بہت جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔ یہاں

کام کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ ملیریا بہت ہے اور مچھر بہت ہیں۔ راستے بھی دُشوار گزار ہیں مگر مولوی صاحب اِن سب مشکلات کے باوجود بہت محنت سے کام کرتے ہیں اور انہوں نے بعض علاقوں میں جو بالکل جنگلی ہیں سَو سَو اور دو دو سَو میل لمبے سفر پیدل کئے ہیں گو وہ اِس کے عادی نہ تھے۔ اِس مقامی مبلّغ نے لکھا تھا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسی قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے مبلّغین کی اِن جانفشانیوں کا نتیجہ ہے کہ ان ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کو ترقی حاصل ہو رہی ہے اور کالے چمڑے والے قیامت کے دن سفید شکلوں میں اُٹھیں گے۔ ان کے دل نورِ ایمان سے منور ہو رہے ہیں اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور اِس مُلک پر وسیع طور پر پھیل جائے گا اور گری ہوئی اقوام جلد ترقی کریں گی۔

ٹانگانیکا میں نئی احمدیہ مسجد تعمیر ہوئی ہے اور مدرسہ بھی کھل چکا ہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی بیداری پیدا ہو رہی ہے کہ حکومت نے کہا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ حبشیوں کی آبادی میں سکول کھولے تو وہ مدد دے گی اور وہاں کے تاجروں نے جو غیر احمدی ہیں ہزاروں روپیہ کی امداد کا وعدہ کیا ہے چنانچہ وہاں سکول کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ حبشہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو تبلیغ کی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی تھی تو اُن کی تبلیغ سے تو اس ملک کا کوئی باشندہ احمدی نہ ہوا تھا مگر فلسطین کے مبلّغ نے اطلاع دی ہے کہ رسالہ البشریٰ پڑھ کر حبشہ کے ایک صاحب احمدی ہوئے ہیں جو مصری پولیس میں انسپکٹر تھے اور اب ریٹائر ہو چکے ہیں اور سوڈان میں رہتے ہیں۔ گویا وہ تین مُلکوں سے نسبت رکھتے ہیں حبشہ کے باشندہ ہونے کی وجہ سے، مصری حکومت میں ملازمت کرنے کی وجہ سے اور سوڈان میں بود و باش رکھنے کی وجہ سے۔ سوڈان میں پہلے بھی ایک دوست احمدی تھے احمدیت کی وجہ سے وہاں اُن کو دکھ دیئے گئے اس لئے وہ عدن آ گئے تھے۔ جنگ کی وجہ سے بعض احمدی ایبے سینیا گئے اور اُن کو تبلیغ کا موقع ملا اور اِس طرح جنگ کے نتیجہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مفت تبلیغ کے راستے ہمارے لئے کھول دیئے۔

ایک اور نوجوان جزیرہ لکادیپ کے رہنے والے اب قادیان آئے ہیں۔ سٹریٹ سیٹلمینٹس اور ہندوستان کے درمیان بعض چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں اِن میں سے

ایک جزیرہ سے ایک جہاز ہندوستان کی طرف آ رہا تھا کہ جاپانی آب دوز نے تارپیڈو مار کر غرق کر دیا تمام مسافر سوائے تین کے ڈوب گئے ۔ یہ تینوں بمبئی پہنچے وہاں پہنچ کر دو مر گئے اور ایک بچا۔ اسے ایک احمدی دوست مل گئے جب اِس نوجوان نے اپنے حالات جہاز کی غرقابی اور مصائب اُٹھا کر بمبئی پہنچنے کے واقعات بیان کئے تو اُس احمدی دوست نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کے نتیجہ میں دُنیا پر عذاب آ رہے ہیں ۔ اِس نوجوان نے پوچھا کہ مسیح موعود کون ہیں؟ اور اس طرح اس احمدی کو موقع مل گیا کہ اسے تبلیغ کرے چنانچہ اب وہ نوجوان یہاں پہنچ گیا ہوا ہے ۔ یہ نوجوان اپنے جزیرہ کے سلطان کے وزیر کا لڑکا ہے ۔ بعد میں وہاں سے کچھ اور لوگ ہندوستان آئے ہیں یہ اطلاع ملی ہے اِس نوجوان کے متعلق وہاں یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مر چکا ہے تو اِس طرح اللہ تعالیٰ تبلیغ کے نئے نئے راستے کھول رہا ہے اور سامان وسیع کر رہا ہے۔

دیہاتی مبلّغ

اِس سال پندرہ دیہاتی مبلّغ تیار کئے گئے ہیں اِن کو قرآن کریم کا ترجمہ، موٹے موٹے دینی مسائل اور طب وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اِن کے علاقے بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ تین ضلع سیالکوٹ میں، تین ضلع گورداسپور، دو ضلع لاہور، دو ضلع سرگودھا، ایک ضلع ملتان، ایک ضلع کرنال، ایک ضلع امرتسر اور دو ضلع گوجرانوالہ میں لگائے گئے ہیں یہ سکیم مَیں پہلے شائع کر چکا ہوں ۔ میرا منشاء یہ ہے کہ دس پندرہ یا بیس دیہات کے لئے ایک مبلّغ مقرر کیا جائے۔ یوں تو بہت سے دیہاتی مبلّغین کی ضرورت ہے اگر صرف ان مقامات پر ہی دیہاتی مبلّغ رکھے جائیں جہاں جماعتیں ہیں تو بھی آٹھ سَو جماعتیں ہیں۔ اگر ہر دیہاتی مبلّغ کا حلقہ چار چار جماعتوں پر پھیلا ہوا ہو تو بھی دوسَو دیہاتی مبلّغ درکار ہوں گے۔ لیکن اگر دوسَو دیہاتی مبلّغ بھی مہیا کئے جائیں تو اُن پر سَوا لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ اگر ہر مبلّغ کا خرچ پچاس روپیہ بھی سمجھ لیا جائے تو اِس کے معنی ہوں گے دس ہزار روپیہ ماہوار۔ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ۔ مگر ابھی ہم اتنا خرچ برداشت نہیں کر سکتے اس لئے میری تجویز ہے کہ فی الحال پچاس تیار کئے جائیں۔ اس کے لئے بھی بیس سے تیس سال تک کی عمر کے نوجوان جن کی تعلیم مڈل کے درجہ تک ہو اپنے نام پیش کریں۔ چالیس سال تک کی عمر کے وہ لوگ بھی لئے

جا سکتے ہیں جو اس کام کے لئے موزوں سمجھے جائیں۔

ترجمۃ القرآن

ایک کام ترجمۃ القرآن کا بھی ہے جس کے لئے میں نے چندہ کی تحریک کی تھی۔ مگر بعض جماعتوں کو اس کا علم نہیں ہو سکا اور وہ حصہ نہیں لے سکیں۔ یہ سوال نہیں کہ کوئی کتنی رقم دے کر اِس میں حصہ لیتا ہے بلکہ ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ جو کچھ بھی وہ دے سکے دے کر شامل ہو تا کوئی بھی اِس ثواب سے محروم نہ رہے۔ میں نے اس کام کے لئے ایک لاکھ ۹۴ ہزار روپیہ چندہ کی تحریک کی تھی اور الگ الگ حلقے مقرر کر دیئے تھے۔ ایک حلقہ قادیان، ایک لجنہ اماء اللہ کا حلقہ، لاہور کا حلقہ، صوبہ سرحد کا حلقہ، دہلی کا حلقہ، کلکتہ کا حلقہ اور ساتواں حیدر آباد کا حلقہ۔ یہ سات حلقے مقرر کئے گئے تھے۔ ان پر کلکتہ اور حیدر آباد دکن کی جماعتوں نے فوراً اطلاع دی کہ وہ اِس ذمہ داری کو بخوشی اُٹھاتی ہیں اور مقررہ رقم جمع کر کے دینے کی ذمہ دار ہیں خواہ اُن سے ملحقہ جماعتیں پوری طرح حصہ لیں یا نہ لیں وہ مقررہ رقم ضرور پوری کر دیں گی۔ دہلی، صوبہ سرحد اور لاہور کی جماعتوں نے بھی رقوم پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ پشاور کے دوست باوجودیکہ مالدار نہیں ہیں پھر بھی انہوں نے اخلاص کا نمونہ دکھلایا ہے اور کہا ہے کہ چاہے کچھ ہو وہ رقم پوری کریں گے۔ اِن کے وعدے بیس ہزار کے آ گئے ہیں۔ لاہور کا وعدہ ابھی کم ہے مگر شاید وہ ابھی اپنے طور پر کوشش کر رہے ہوں۔ قادیان کا وعدہ ۲۳ ہزار تک کا ہے مگر ابھی خاص قادیان میں کوشش جاری ہے اور باہر کی بعض جماعتیں ابھی باقی ہیں۔ اب تک کُل وعدے دو لاکھ ۱۲ ہزار کے ہو چکے ہیں حالانکہ بہت سے جماعتیں ایسی ہیں جنہوں نے ابھی حصہ نہیں لیا۔ اور میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اِس تحریک میں ضرور حصہ لیں خواہ ایک دھیلہ ہی دے سکیں تا جہاں جہاں قرآن کریم کے یہ تراجم چھپ کر جائیں ثواب میں اُن کا حصہ بھی ہو۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ایک کوڑی دیکر بھی آدمی حصہ لے سکتا ہے اتنی رعایت کے باوجود بھی جو حصہ نہیں لیتا وہ اپنے آپ کو بہت بڑے انعام سے محروم رکھتا ہے۔ پس ہر دوست اِس میں حصہ لے خواہ ایک پیسہ یا ایک دھیلہ دے کر ہی حصہ لے سکے۔ غرض یہ ہے کہ ہر شخص اِس ثواب میں شامل ہو سکے۔

اُترسوں مجھے بذریعہ تار انگلستان سے اطلاع ملی ہے کہ جرمن، روس اور انگریزی زبانوں میں بارہ بارہ سیپاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے ڈچ، اطالوی اور سپینش میں آٹھ اور دس سیپاروں

کے درمیان ہو چکے ہیں اور اب تک کچھ اور کام بھی ہو چکا ہوگا بقیہ............اور امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۴۵ء میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ سات زبانوں میں تراجم کا کام مکمل ہو جائے گا اور اس کے بعد طباعت کا انتظام کیا جائے گا۔ چندہ کی رقم خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو چکی ہے بلکہ زیادہ ہو چکی ہے اور جو رقم بچ جائے گی اُسے تراجم اور تبلیغی کتب کا سیٹ چھپوانے پر صرف کیا جائے گا۔ میں نے چندہ کی جو رقم مقرر کی تھی اُس میں قرآن کریم کے ترجمہ اور طباعت کے ساتھ ایک کتاب کے ترجمہ اور طباعت کے اخراجات بھی شامل ہیں مگر جو روپیہ زائد آئے گا اُسے دوسری کتابوں کے تراجم اور طباعت پر خرچ کیا جائے گا۔ اِسی طرح اِس سال ہم نے ستیارتھ پرکاش کا جواب لکھنے کا بھی فیصلہ کیا ہے جو لکھا جا رہا ہے بہت سے باب لکھے گئے ہیں اور باقی لکھے جا رہے ہیں امید ہے دو ماہ تک یہ مکمل ہو جائے گی۔ چودھویں باب کا جواب جس میں اسلام پر اعتراضات ہیں مَیں خود لکھوں گا۔ یہ کتاب ہزار پندرہ سَو صفحات کی ہوگی اور خدا تعالیٰ چاہے تو جلد شائع ہو جائے گی۔ اصول اِس جواب میں یہ رکھا گیا ہے کہ مصنف نے جو اعتراضات کئے ہیں خواہ وہ کسی مذہب پر ہیں خواہ وہ سکھوں پر ہیں یا عیسائیوں پر یا بُدھوں اور جینیوں پر اور خواہ دوسرے ہندوؤں پر وہ اگر غلط ہیں تو ان سب کے جواب دیئے جائیں گے۔

ایک ہزار احادیث کا مجموعہ

اس کے علاوہ ایک ہزار منتخب احادیث کا مجموعہ بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے جس میں عام مسائل آ جائیں گے ساڑھے سات سَو احادیث مَیں نے منتخب کر کے دی ہیں اور باقی بعض اور دوستوں کے سپرد کی ہیں اِس میں یہ امر مدنظر ہے کہ تمام اہم امور کے متعلق احادیث جمع ہو جائیں جو تحقیق شدہ ہوں یہ مجموعہ یہاں کے سکولوں میں پڑھایا جائے گا اِس مجموعہ میں بہت سے اخلاقی اور علمی مسائل آ جائیں گے یہ مجموعہ بھی اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلد شائع ہو جائے گا۔

عربی بول چال کی کتاب

اِسی طرح عربی بول چال کی ایک کتاب بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء تھا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے یہ بھی تیار ہو رہی ہے اور مولوی ابوالعطاء

صاحب کے سپرد اِس کی تیاری کا کام کیا گیا ہے۔ کچھ اَسباق میں نے بھی دیئے ہیں جو اِس میں شامل کئے جائیں گے۔

بعض سکیمیں

اِس کے بعد میں بعض سکیموں کا ذکر کرتا ہوں جن کو آئندہ سال جاری کرنے کا ارادہ ہے۔

گورمکھی اور ہندی رسالے

اِن میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر کاغذ کی اجازت مل جائے تو گورمکھی اور ہندی میں مؤقف الشیوع رسالے شائع کئے جائیں تا کہ گورمکھی جاننے والے سکھوں اور ہندی جاننے والے ہندوؤں میں تبلیغ ہو سکے اور اُن تک بھی ہمارے خیالات بآسانی پہنچ سکیں اور اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دُور ہو سکیں۔ پنجاب میں سکھوں اور مسلمانوں میں کئی مقامات پر نماز اور اذان پر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ سکھ صرف ناواقفی کی وجہ سے اذان وغیرہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر اذان گورمکھی میں ہو اور سکھوں کو معلوم ہو سکے کہ یہ کیا چیز ہے تو وہ کبھی اِس پر اعتراض نہ کریں بلکہ اذانیں دِلوانے میں مدد کریں۔ اِسی طرح ہندی زبان میں تبلیغ کا انتظام کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں ہندوؤں کی کثرت ہے۔ ہندوستان میں ۷۵ فیصدی ایسے لوگ ہیں جو اُردو پڑھنا نہیں جانتے اور ان میں تبلیغ کیلئے ضروری ہے کہ ہندی میں لٹریچر ہو۔ پس میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر کاغذ کی اجازت مل جائے تو اِن دونوں زبانوں میں رسالے جاری کئے جائیں تا سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ ہو سکے۔ چاہے شروع میں یہ رسالے سہ ماہی ہی ہوں۔ بعد میں ان کو ہفتہ وار بھی کیا جا سکتا ہے مگر شروع میں ہی اِس رنگ میں کام کرنا مناسب نہیں کہ جس کا بوجھ نہ اُٹھایا جا سکے۔ بہر حال خواہ سہ ماہی ہی شائع ہوں مگر ہوں ضرور۔

مزید دیہاتی مبلّغ تیار کئے جائیں

دوسرے میرا ارادہ ہے کہ مزید مبلّغ تیار کئے جائیں اور دیہاتی مبلّغین کی نئی کلاس جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ پندرہ پہلے تیار ہو چکے ہیں جو جلد اپنے اپنے حلقوں میں کام کرنے کیلئے چلے جائیں گے۔ اب نئی کلاس کیلئے مزید نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ کم از کم پچاس نوجوان اِس کلاس میں لئے جائیں گے۔ اِس سکیم کیلئے اخراجات کی بھی ضرورت ہے۔ اگر ان

میں سے ہر ایک کا زمانہ تعلیم میں ۲۵ روپیہ ماہوار خرچ رکھا جائے تو قریباً پندرہ ہزار روپیہ سالانہ خرچ ان پر ہوگا۔ مگر اس خرچ کو اُٹھانے کے نتیجہ میں پچاس نئے حلقے تبلیغ کے کھل جائیں گے یہ اتنی عظیم الشان چیز ہے کہ یہ خرچ اُس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور امید ہے کہ مغربی افریقہ میں کچھ عرصہ کے بعد مقامی جماعتیں مبلّغین کا خرچ برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاتی ہیں یہاں بھی ایسا ہو سکے گا۔ اور ان مبلّغین کی کوششوں سے جب جماعتیں ترقی کریں گی تو وہ بوجھ بھی برداشت کر سکیں گی۔ میری تجویز ہے کہ جن جماعتوں میں یہ مبلّغ لگائے جائیں اُن کا موجودہ چندہ نوٹ کر لیا جائے اور پھر اِس میں جو اضافہ ہوتا جائے اُس کا آدھا اُن ہی جماعتوں کو مقامی تبلیغ کے کام کو وسیع کرنے کیلئے دے دیا جائے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ نوجوان بہت جلد اپنے نام زندگیاں وقف کرنے کیلئے پیش کریں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ مختلف علاقوں کے ایسے نوجوانوں نے ابھی تک زندگیاں وقف نہیں کیں جو اِن علاقوں کی زبانیں جانتے ہوں۔ اب ایسے علاقوں کی جو جماعتیں ملاقات کیلئے آتی رہی ہیں میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اُنہوں نے واقفین میں کتنے آدمی دیئے ہیں؟ اور وہ اِس سوال پر شرمندہ ہو جاتی رہی ہیں۔ مثلاً صوبہ سرحد میں ایسے ہی نوجوان کامیابی سے تبلیغ کر سکتے ہیں جو پشتو اور فارسی جانتے ہوں۔ صوبہ سرحد میں اگر صحیح رنگ میں تبلیغ کی جائے تو بہت کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ وہاں بعض لوگ علمی خاندانوں کے داخلِ سلسلہ ہوئے ہیں اور بعض اچھے زمینداروں میں سے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ صوبہ سرحد میں جس نسبت سے جماعت میں داخل ہوئے ہیں اُس کے لحاظ سے پنجاب میں بہت کم ہیں۔ یہاں بِالعموم درمیانی طبقہ کے لوگ جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے بہت کم ہیں۔ شاید ہزار دو ہزار میں ایک ہو۔ مگر صوبہ سرحد میں جماعت کی نسبت کے لحاظ سے اعلیٰ خاندانوں یا بڑی بڑی جائدادیں رکھنے والے یا اُن کے رشتہ دار جو داخل ہوئے ہیں اُن کی نسبت میرے خیال میں آٹھ دس فیصدی ہے۔ پس میں اِس صوبہ میں تبلیغ کو خاص اہمیت دیتا ہوں مگر اب تک اس صوبہ سے ہمیں ایسے نوجوان نہیں مل سکے جو دینی تعلیم حاصل کر کے وہاں تبلیغ کا کام کریں۔ اب سید عبداللطیف صاحب شہید کے خاندان کا ایک بچہ

آیا ہے اور ایک اَور بھی پڑھ رہا ہے۔ اگر یہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیا کے کاموں میں نہ لگ گئے تو امید ہے اِن سے تبلیغ کے کام میں مدد مل سکے گی۔ اِس صوبہ کے آدمی وہاں کامیابی سے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ پنجابیوں کے اور ان کے تمدّن میں بہت فرق ہے اِس لئے پنجابی مبلّغ وہاں زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح صوبہ سندھ سے بھی بہت کم طالب علم آتے ہیں جو آئے بھی ہیں وہ یا تو بیچ میں ہی تعلیم کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور یا اگر پوری تعلیم حاصل کی تو پھر دُنیاوی کاموں میں لگ گئے ہیں تبلیغ کے کام کیلئے زندگیاں وقف کرنے والے اِن صوبوں سے بہت کم آئے ہیں۔

اِسی طرح صوبہ بہار کے دوست جب ملنے آئے تو اُنہوں نے مبلّغ مانگا اور میں نے اُن سے یہی سوال کیا کہ آپ لوگوں نے اپنے صوبہ سے کتنے طالب علم بھیجے ہیں کہ انہیں تعلیم دے کر وہیں تبلیغ کیلئے بھیجا جا سکے۔ بنگال سے بھی کوئی طالب علم نہیں آیا۔ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب نے زندگی وقف کی مگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد۔ یوپی کا خانہ بھی خالی ہے۔ اگر ذوالفقار علی خاں صاحب کو علیحدہ رکھا جائے تو صوبہ یوپی کا خانہ بالکل خالی ہے۔ بمبئی کے صوبہ سے بالکل کوئی طالب علم نہیں آیا۔ مالابار نے بے شک ہمت دکھائی ہے گو وہاں جماعت کم ہے مگر وہاں سے آدمی ملتے رہے ہیں اور مل رہے ہیں تو ہر صوبہ سے ایسے طالب علم یہاں آنے چاہئیں جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے صوبوں میں جا کر کام کر سکیں۔

ہمارے دوستوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کام ہم نے ہی کرنا ہے آسمان سے فرشتے آ کر نہیں کریں گے اور احمدیوں نے ہی کرنا ہے۔ یہ کام ایسا نہیں کہ غیر قوموں کے آدمی اس کیلئے ملازم رکھ لئے جائیں۔ صوبہ پنجاب نے قربانی کی ہے مگر بعض اضلاع پنجاب کے بھی خالی ہیں۔ مثلاً اضلاع فیروز پور اور منٹگمری ہیں اِن اضلاع کے دوست جب ملنے آئے تو اُن سے بھی میں نے یہی سوال کیا کہ انہوں نے کتنے آدمی دیئے ہیں۔

پس میں پھر تحریک کرتا ہوں کہ دوست زندگیاں وقف کریں اور اپنے نام پیش کریں۔ ہر علاقہ کے لوگ ایسے آدمی دیں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ دوسرے علاقوں کے لوگ ان کے وہاں جا کر کام کریں۔ ایک علاقہ کے لوگ جب مبلّغ مانگتے ہیں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ ایسے آدمی دیں جن

کو تعلیم دِلا کر وہاں بھیجا جا سکے۔ پہلے تو مبلّغ بننے کیلئے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنا ضروری تھا مگر اب تو ہم مڈل پاس نوجوانوں کو لے رہے ہیں اور انہیں سال ڈیڑھ سال تعلیم دِلا کر کام پر لگا رہے ہیں۔ انہیں موٹے موٹے دینی مسائل سکھا دیئے جاتے ہیں اور کچھ طبّ پڑھا دی جاتی ہے تا وہ اپنی مدد آپ کرنے کے بھی قابل ہو سکیں۔ انہیں طبیبوں اور عطاروں سے کام سکھایا جاتا ہے اور اس لئے اب مبلّغ بننے کیلئے اتنی قربانی کی ضرورت نہیں جتنی پہلے کرنی پڑتی تھی۔ پھر بھی اگر کسی علاقہ کو مبلّغ نہ ملے تو اُسے مرکز پر شکوہ نہ کرنا چاہئے بلکہ اپنے آپ سے شکوہ کرنا چاہئے۔

دیہاتی مبلّغین کی نئی کلاس کیلئے پچاس نوجوانوں کی ضرورت ہے اِس لئے اگر سَو دوسَو درخواستیں آئیں تو ان میں سے پچاس منتخب کئے جا سکیں گے۔ کیونکہ ہر شخص جو اپنا نام پیش کرتا ہے وہ کام کے قابل نہیں ہوتا۔ اگر پچاس نوجوان مل جائیں تو پندرہ جو تیار ہو چکے ہیں اُن کو مِلا کر تمام مُلک میں اچھا خاصا شور تبلیغ کا مچایا جا سکتا ہے۔

گرلز ہوسٹل ایک اور سکیم یہ ہے کہ جس کا مَیں عورتوں میں بھی اعلان کر آیا ہوں۔ دوستوں کی طرف سے متواتر یہ تحریک ہو رہی تھی کہ قادیان میں ایک زنانہ بورڈنگ ہونا چاہئے تا باہر سے لڑکیاں آ کر دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ دوستوں کو یہ شکایت تھی کہ باہر وہ لڑکیوں کیلئے تعلیم کا انتظام نہیں کر سکتے اور یہاں ان کی رہائش کا کوئی انتظام نہیں اور وہ چاہتے تھے کہ یہاں زنانہ بورڈنگ قائم کیا جائے۔ اب تک تو مَیں انکار ہی کرتا رہا ہوں کیونکہ ہمارے پاس ایسی تعلیم یافتہ عورتیں نہ تھیں جو نگرانی کر سکتیں۔ مگر اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہے تو اِس سال زنانہ بورڈنگ جاری کر دیا جائے تا جو دوست باہر اپنی لڑکیوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے یہاں بھیجنا چاہیں وہ بھیج کر دینی تعلیم دِلوا سکیں یا جو زنانہ ہائی سکول میں تعلیم دِلانا چاہیں وہ بھی دِلوا سکیں۔

کمیونزم کا خطرہ اس کے بعد ایک اور ضروری امر کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں چند دن ہوئے اس کا اعلان کر چکا ہوں جو الفضل ۲۵؍ دسمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اِس وقت سب جگہوں کے دوست یہاں جمع ہیں

اِس لئے میں پھر اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ کمیونزم کا خطرہ ہے۔ جماعت کو اِس خطرہ کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ ہمیں آخری لڑائی اسی فتنہ کے ساتھ لڑنی پڑے گی کیونکہ اِس کی بنیاد دہریت پر ہے یہ فتنہ ہر جگہ پھیل رہا ہے اور ہمارے صوبہ میں بھی زور پکڑ رہا ہے اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کمیونسٹ قادیان پر خصوصیت کے ساتھ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے بھی یہاں اس فتنہ کو پھیلانے کی کوشش کی جا چکی ہے۔

ایک دفعہ یہاں سکھ کمیونسٹ آیا اور مسلمان بن کر رہا اور ایک غیر احمدی، احمدی بن کر رہا۔ انہوں نے آہستہ آہستہ یہاں اپنے خیالات پھیلانے کی کوشش کی لیکن .... مگر اب معلوم ہوا ہے کہ یہاں لوگ خصوصیت کے ساتھ قادیان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ہماری جماعت کو اِس فتنہ کے مقابلہ کیلئے پوری طرح تیار ہو جانا چاہیئے۔ اِس فتنہ کی بنیاد دہریت پر ہے اور یہ لوگ اِس طرح اللہ تعالیٰ کی ہنسی اُڑاتے ہیں کہ ایک مومن سُننا بھی پسند نہیں کر سکتا۔ مثلاً روس میں ایسے ڈرامے کئے جاتے ہیں کہ ایک شخص جج بنتا ہے اور اس کے سامنے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا تعالیٰ کو ملزم کی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے اور اُس پر یہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ اُس نے دنیا میں امراء پیدا کئے ہیں اور بعض کو غریب پیدا کیا ہے اور کہ یہ دنیا پر مصائب نازل کرتا ہے وغیرہ وغیرہ اور جج اُس کے متعلق فیصلہ دیتا ہے کہ اُسے پھانسی دے دیا جائے۔ اور پھر ایک مجسمہ کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اس فتنہ کو مذہب کے مقابل پر کھڑا کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ لوگ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ مذہب میں کوئی دخل نہیں دیتے اور اس میں بچوں کو ماؤں سے جدا کر لیا جاتا ہے اور پھر اُن کو دہریت کی تعلیم دی جاتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہم ان کو آزاد خیال بناتے ہیں تو اِس کا مقابلہ ہمیں سب سے زیادہ کرنا پڑے گا۔

دہریت اور عیسائیت سے ہمارا مقابلہ

عیسائیت سے بھی ہمارا مقابلہ ہے اِس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کا شریک بناتی ہے اور اسے صفت خلق سے جواب دیتی ہے مگر یہ لوگ تو خدا تعالیٰ کو خدائی سے ہی جواب دیتے ہیں۔ پس یہ سب سے بڑے دشمن ہیں اور ہمیں اِن کا پوری طرح مقابلہ کرنا ہوگا۔ میں جماعت کے مصنّفین اور مضمون نگاروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اِن کا لٹریچر پڑھیں اور جماعت کو

اِس سے اچھی طرح آ گاہ کریں۔ یہ اپنے آپ کو بظاہر...... غریبوں کے ہمدرد ہیں مگر حقیقت یہ نہیں۔ شیطان بھی تو جنت میں اچھی شکل میں داخل ہوا تھا تا آدم کو ورغلا سکے۔ پس اِن لوگوں کے دھوکوں سے ہمارے دوستوں کو اچھی طرح آ گاہ رہنا چاہئے۔ اِن کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کشف ہے کہ میں نے دیکھا کہ زارِ روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا[۴] اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فتنہ ہمارے ہی ہاتھوں سے کچلا جائے گا مگر تبلیغ کے ذریعہ نہ کہ مادی طاقت سے۔ سیاسیات سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں جب خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ سے تلوار چھین ہی لی ہے تو اِس کا مطلب یہی ہے کہ اب ہم نے تلوار سے کام نہیں لینا بلکہ تبلیغ کے ذریعہ دلوں کو فتح کرنا ہے۔ اِس وقت روس برطانیہ کا اتحادی ہے اور اِس لئے جنگ میں اِس کی فتح برطانیہ کی فتح ہے۔

روسی ہمارے دشمن نہیں ہیں

روسی ہمارے دشمن نہیں ہیں مگر جہاں تک مذہب کے متعلق اِن کے عقائد کا تعلق ہے یہ ہمارے بدترین دشمن ہیں اور جماعت کو ان کے عقائد کا مقابلہ کرنے کیلئے پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔

سیاسیات سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں

اس کے بعد میں اپنے ملک کی سیاسیات کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی سیاسیات سے ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں۔ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور اگر ہم سیاسیات میں پڑ جائیں تو اپنا اصل کام نہیں کر سکیں گے مگر چونکہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اِس لئے کوئی نہ کوئی سوال لازماً ہمارے سامنے آ ہی جاتا ہے۔ اس وقت زمیندارہ لیگ اور مسلم لیگ کی ایک نئی کشمکش مسلمانوں میں شروع ہوگئی ہے اور ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اِس میں شامل کرنے کی بعض لوگ کوشش کرتے ہیں۔ مجھے باہر سے خطوط آتے رہتے ہیں کوئی لکھتا ہے کہ بعض لوگ آتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ بتایا جائے کہ ہم .... اور کوئی لکھتا ہے کہ بعض سرکاری حُکّام زور دیتے ہیں کہ زمیندارہ لیگ میں شریک ہو جاؤ، ہمیں بتائیں کہ ان کو کیا جواب دیں ہر ایک اپنا سیاسی اثر ڈالنا چاہتا ہے۔ میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ان میں سے کسی میں بھی کوئی حصہ نہ لیں۔

مسلم لیگ میں جو طبقہ برسرِ اقتدار ہے اس کا کوئی اصول نہیں وہ تھالی کے بینگن کی طرح ہیں۔ پنجاب میں جو لوگ اس کے ذمہ دار ہیں ان کا کوئی متفقہ پروگرام ہی نہیں ہے۔ ان میں کمیونسٹ پروپیگنڈا کرنے والے بھی شامل ہیں اور ان کو کمیونسٹوں کی امداد بھی حاصل ہے ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بعض امور میں کانگرس کی بھی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً سیاسی قیدیوں کی رہائی کا سوال ہے وہ اِس مطالبہ میں کانگرس کی حمایت کرتے ہیں اور یہ حمایت کرنے والے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے مشورہ سے کانگرسی قید کئے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ مصلحتِ وقت کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ پنجاب کی مسلم لیگ کا کوئی مقصد ہی نہیں۔ نام تو مسلم لیگ ہے مگر وہ بعض کانگرسی مطالبات کی تائید بھی کرتی ہے جیسا کہ کانگرسی قیدیوں کی رہائی کے سوال کا میں نے ذکر کیا ہے۔ پھر اِس میں کمیونسٹوں کے حامی بھی ہیں گویا وہ ہر دلعزیز بننے کی کوشش کرتی ہے۔ دوسری پارٹی مسلمانوں کی جو ہے اِس میں زیادہ سنجیدہ لوگ ہیں مگر وہ بھی بعض خرابیاں کر رہی ہے اور اس کی طرف سے بعض ایسی حرکات ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجہ میں سرکاری افسروں کی اخلاقی حالت گر رہی ہے۔ خواہ کوئی اس امر کا اقرار کرے یا نہ کرے یہ واقعہ ہے کہ اِس پارٹی کی طرف سے سرکاری افسروں پر ایسا دباؤ ضرور ڈالا جاتا ہے کہ وہ اِس کی تقویت کیلئے کام کریں اور اس کی حمایت کریں۔ مجھے ایک بڑے سرکاری افسر نے کہا کہ میں نے اِس پارٹی کیلئے چندہ جمع کرنا ہے اور اتنی رقم پیش کرنی ہے کیونکہ مجھ سے فلاں بڑے آدمی نے یہ خواہش کی تھی کہ اِس پارٹی کو چندہ دلاؤں اور میرے نزدیک سرکاری حُکّام کا پارٹی بازی میں حصہ لینا نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ میں یہ مان لیتا ہوں کہ بعض وزراء کا اِس میں دخل نہ ہوگا لیکن اِس میں شک نہیں کہ سرکاری حُکّام سے اِس پارٹی کی حمایت کا کام ضرور لیا جاتا ہے جو نہایت ہی بُری بات ہے۔ برطانوی سیاست اِسی لئے کامیاب ہے کہ انگریز حکّام کسی سیاسی پارٹی میں حصہ نہیں لیتے جو بھی پارٹی برسرِ اقتدار ہو اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر لبرلوں کی حکومت ہو تو اُس کی اطاعت کرتے ہیں اور اگر لیبر پارٹی کی حکومت ہو تو اُس کی اطاعت کرتے ہیں خود کسی پارٹی میں شامل نہیں ہوتے۔

سیاسیات میں حکومت کے افسران کا شامل ہونا خطرناک ہے

سرکاری حُکّام کا سیاسی پارٹیوں میں شامل ہونا بہت خطرناک نتائج پیدا کرنے والی بات ہے۔ یونان میں اِس وقت جو فسادات ہو رہے ہیں اِس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ سرکاری حُکّام کو سیاسی پارٹیوں میں گھسیٹا گیا۔ اگر کوئی سرکاری افسر آج زمیندارہ لیگ کے لئے چندہ جمع کرتا ہے تو کل اگر مسلم لیگ کی حکومت بن جائے گی تو وہ کہے گی کہ تم نے زمیندارہ لیگ کو سات لاکھ چندہ جمع کر کے دیا تھا اب ہمیں دس لاکھ کر کے دو۔ اور اگر کوئی اور پارٹی برسرِ اقتدار آ جائے گی تو وہ کہے گی ہمیں پندرہ لاکھ جمع کر کے دو۔ اور اگر اسی طرح سیاسی پارٹیوں کیلئے چندہ جمع ہوتا رہے تو غریب زمینداروں کی تو شامت آ جائے گی۔ اب تو زمیندار سرکاری حُکّام کے کہنے پر زمیندارہ لیگ کیلئے چندے دے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ معمولی بات ہے تھوڑا سا چندہ دے کر افسروں کو خوش کریں مگر جہاں ڈیماکریسی ہو وہاں کبھی کسی ایک پارٹی کی حکومت نہیں رہ سکتی۔ یہ بات ناممکن ہے کہ پنجاب میں ہمیشہ زمیندارہ لیگ ہی کی حکومت رہے۔ آج اس کی حکومت ہے تو اگلے انتخابات میں کسی اور پارٹی کی ہوسکتی ہے اور اس سے اگلے میں کسی اور کی۔ اِس طرح حکومتیں بدلتی رہتی ہیں مگر افسر نہیں بدلتے وہ تو مستقل ہوتے ہیں۔ اور اگر افسروں کی اخلاقی حالت بگڑ جائے تو انتظام کا قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اپنے ملک کی بہتری کیلئے ہر مسلمان، ہر ہندو اور ہر سکھ کا فرض ہے کہ اگر وہ وزیر ہو یا کسی دوسری بڑی پوزیشن کا تو کبھی کسی سرکاری حاکم کو اپنی پارٹی کی مدد کیلئے نہ کہے۔ سیاسی آدمی تو ہمیشہ بدلتے رہیں گے مگر سرکاری افسر مستقل ہوتے ہیں اور ملک کے فائدہ کیلئے ضروری ہے کہ اُن کو پارٹیوں سے آزاد رکھا جائے اور اُن پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ ان کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ سرکاری حکّام پارٹی بازی میں حصہ لیتے ہیں۔ ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس ہمارے آدمیوں کا ایک وفد گیا اور اسے توجہ دلائی کہ اس ضلع میں ہمارے خلاف شورش ہوئی ہے اُسے دبائیں۔ ہماری جماعت ہمیشہ حکومت سے تعاون کرتی ہے اور وفادار رہی ہے۔ اُس ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ کبھی ایسا ہوگا اب تو آپ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی جماعت حکومت کی وفادار ہے اور اس سے تعاون کرتی ہے۔ کیونکہ فلاں

چوہدری صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کی جماعت کے فلاں آدمی کو زمیندارہ لیگ کی سیکرٹری شپ پیش کی گئی تھی مگر اُس نے انکار کر دیا پھر آپ لوگ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی جماعت حکومت کی وفادار ہے۔ تو سرکاری حکّام کو سیاسیات میں گھسیٹنے سے ان کے اخلاق ضرور خراب ہوتے ہیں۔ پھر اس پارٹی میں ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس کا اپنا کوئی قومی پروگرام نہیں۔ اس میں ہندو بھی ممبر ہیں جو ہندوؤں کے نمائندہ ہیں، سکھ بھی ہیں جو سکھوں کے نمائندے ہیں اور ان کی پارٹیوں کے اپنے مقررہ پروگرام ہیں اور اس پارٹی کو اِن سب کے پروگراموں کو سمجھ کر چلانا پڑتا ہے۔ اِس پارٹی کا اپنا کوئی پروگرام نہیں۔ اِس میں جو مسلمان ممبر ہیں وہ پہلے مسلم لیگ میں تھے مگر اب اُس میں نہیں رہے اور ان کا اپنا کوئی پروگرام ہے نہیں۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب یہ پارٹی ٹوٹی تو اِن لوگوں کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا سوائے اِس کے کہ جہاں کسی کے سینگ سمائیں شامل ہو جائے اور یا پھر ''نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے'' والی حالت ان کی ہوگی۔

میں سندھ گیا تو ریلوے سٹیشن پر ایک ہندو سیٹھ نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی۔ اُس زمانہ میں وہاں خاں بہادر اللہ بخش وزیر اعظم بنے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں اُن سے دریافت کیا کہ ٹھاکر صاحب! آپ کس کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے اِس سوال پر وہ مسکرائے اور جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب سر غلام حسین کی حکومت تھی ہم اُس کے ساتھ تھے اب اللہ بخش کی حکومت ہے تو اُس کے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں کے متعلق تو میرا پہلے سے یہ تجربہ تھا کہ ان میں سے بہت سے لوگ اس اصل پر چلتے ہیں کہ جس کی حکومت بنی اُسی کے ساتھ ہو گئے مگر ہندوؤں کے متعلق ایسا نہ سمجھتا تھا مگر ان کی بات سن کر مجھے معلوم ہوا کہ اِن میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ ان کا جواب سن کر میں نے کہا کہ ٹھاکر صاحب! پھر خواہ غلام حسین کی وزارت ٹوٹے اور خواہ اللہ بخش کی، آپ کی وزارت کبھی نہ ٹوٹے گی۔ تو ایسے لوگ اپنی وزارت رکھنا چاہتے ہیں کوئی اصول ان کا نہیں ہوتا۔ پس اگر یہی حالات رہے جو اِس وقت پنجاب میں ہیں تو اخلاقی حالت بہت گر جائے گی۔ اگر زمیندارہ لیگ کسی وقت ٹوٹی تو ہندو اور سکھ ممبر تو اپنی اپنی پارٹیوں میں جا کر شامل ہو جائیں گے مگر مسلمان ممبروں کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ مسلم لیگ کو تو یہ لوگ پہلے جواب دے چکے ہیں اور دوسری کوئی ایسی مجلس ہے نہیں جس میں یہ شامل ہو سکیں۔ جہاں تک

سیاسیات کا تعلق ہے ہم ہندوستان کی کسی مجلس میں بھی شامل نہیں ہو سکتے اور پنجاب میں جو دو پارٹیاں اِس وقت ہیں ان میں سے بھی ہم کسی کے ساتھ نہیں مل سکتے۔ کیونکہ ایک تو ان میں سے بداصول ہے اور دوسری بے اصول۔ ایک کا پروگرام تو ہے مگر غلط ہے اور وہ ابن الوقتی کا ثبوت دے رہی ہے اور دوسری کا کوئی پروگرام ہے ہی نہیں۔ اور سرکاری حکّام کے اخلاق اِس کی وجہ سے بگڑ رہے ہیں میں ان لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ حکّام کو آزاد رہنے دیں۔ ہمارے صوبہ کیلئے وہ دن بہت بُرا ہوگا جب سرکاری حکّام کو سیاسی پارٹیوں میں گھسیٹا جائے گا۔ جو سرکاری افسر احمدی ہیں اُن کو میرا حکم ہے کہ وہ کسی پارٹی میں شامل نہ ہوں اور جو شامل ہوگا وہ بددیانت ہوگا اور بددیانتی کی روٹی کھانے والا ہوگا۔ وہ جو سرکاری ملازمت میں ہوتے ہوئے زمیندارہ لیگ یا کسی اور سیاسی پارٹی کی مدد کرے گا یا مخالفت کرے گا وہ بددیانتی کرنے والا ہوگا۔ اُن کے لئے نہ تو کسی سیاسی پارٹی کی مدد کرنا جائز ہے اور نہ مخالفت کرنا۔ ملازم کیلئے صرف اُس حکم کی تعمیل کرنی ضروری ہے جو اُسے سرکاری طور پر ملے۔ اگر کسی سرکاری افسر سے کوئی کہے کہ کسی سیاسی پارٹی کیلئے چندہ کر کے دو تو اُسے چاہئے کہ ایسا کہنے والے سے کہے کہ مجھے لکھ کر یہ حُکم دے دیں۔ اور اگر کوئی ایسا حکم دے دے تو اسے پبلک میں شائع کر دے۔ سرکاری ملازم کا یہ کام ہرگز نہیں کہ وہ کسی سیاسی پارٹی کی مدد کرے یا اُس کی مخالفت کرے۔ پس احمدی سرکاری ملازم کسی پارٹی کی حمایت نہ کریں اور نہ ہی کسی کی مخالفت کریں۔ اِسی طرح افرادِ جماعت بھی کسی پارٹی میں شامل نہ ہوں۔ باقی رہا چندہ دینے کا سوال تو اگر افسر مجبور کر کے چندہ لینا چاہیں تو ''دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ'' پر عمل کرتے ہوئے کوئی معمولی سی رقم دے کر چھٹکارا حاصل کر لیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اِس طرح کرنا چاہے تو ہم اسے روکتے نہیں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اب دنیا پر ایسا نازک وقت آ رہا ہے کہ ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں اور ہندوستان کی دوسری قوموں میں جو سیاسی جھگڑے ہیں وہ سب ختم ہو جانے چاہئیں اور اسی طرح انگریزوں اور ہندوستانیوں میں جو جھگڑے ہیں وہ بھی ختم کر دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اِس سے پہلے اِن جھگڑوں میں زیادہ خطرہ کی بات نہ تھی مگر اب ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ جو لوگ الہامی کتابوں سے فائدہ اُٹھانے کے عادی نہیں ہیں اگر تہران کانفرنس کے حالات ہی

انہوں نے پڑھے ہیں تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا پر ایسی مصائب آنے والی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی قوموں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر یورپ اور ایشیا میں پیدا ہونے والے حالات اور واقعات ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی نہیں ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ دنیا میں زندہ رہنے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ اِسی طرح انگریزوں کے گرد وپیش جو حالات پیدا ہو رہے ہیں اُن کے پیش نظر ضروری ہے کہ انگریزیت اور ہندوستانیت کے سوال کو کسی نہ کسی طرح جلد از جلد حل کر لیا جائے۔ اِس وقت دونوں کی زندگی کا انحصار ایک دوسرے کی اِعانت پر ہے اور اگر دیانتداری سے دونوں نے اپنے اختلافات دُور کرنے کی کوشش نہ کی تو بہت ہی تھوڑے عرصہ کے بعد دونوں کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی اور پھر دونوں کو بیٹھ کر رونا ہوگا۔ اِس سوال کی زیادہ وضاحت تو میں نہیں کر سکتا مگر پُرانی کتب میں بھی ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں اور میرے بعض کشوف بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا کیلئے بہت نازک دن آنے والے ہیں۔ میں زیادہ وضاحت سے اِس بات کو یہاں اِس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ممکن ہے بعض انگریز افسروں کے نزدیک میرا ایسا کرنا مناسب نہ ہو۔ یہاں جو ایک انگریز افسر آتے ہیں وہ بِالعموم تیسرے درجہ کے ہوتے ہیں وہ خود بھی اعلیٰ درجہ کے سیاست دان نہیں ہوتے اور فوراً اعتراض کا پہلو اُن کو نظر آنے لگتا ہے اِس کا ہمیں پہلے بھی تجربہ ہو چکا ہے۔

مَیں نے ایک دفعہ ایک مضمون لکھا جو الفضل میں شائع ہوا تھا تو پنجاب سی آئی ڈی نے رپورٹ کی کہ یہ مضمون ضبط ہونا چاہئے بہت خطرناک ہے۔ مگر اُس زمانہ میں جو صاحب پنجاب کے گورنر تھے وہ چونکہ ذاتی طور پر مجھے جانتے تھے اُنہوں نے کہا کہ نہیں ایسے آدمی نہیں کہ اِن کے مضامین قابلِ ضبطی ہوں۔ وہی مضامین ہمارے ایک بنگالی رسالہ میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئے تو وہاں کی حکومت نے ایڈیٹر و پرنٹر کو نوٹس دیا کہ ایسے خطرناک مضامین کیوں شائع کئے گئے ہیں؟ اور حُکم دیا کہ آئندہ سنسر کرا کر مضمون شائع کیا کرو۔ اُنہوں نے بہتیرا کہا کہ ہماری جماعت ایسی جماعت نہیں ہے کہ اِس پر حکومت کی مخالفت کا شُبہ کیا جائے مگر کسی نے اس بات پر غور نہ کیا۔ لیکن وہی مضامین جب ولایت میں پہنچے تو ہمارے مبلّغ نے ان کا انگریزی میں ترجمہ کر کے وہاں کے بڑے بڑے سیاسی آدمیوں کو بھجوایا تو انہوں نے بہت پسند کیا۔ لارڈ زیلنڈ نے

لکھا کہ یہ نہایت اعلیٰ مضامین ہیں اور شکریہ ادا کیا۔ مسٹر چیمبرلین کے سیکرٹری نے ان کی طرف سے لکھا کہ یہ مضامین لکھ کر امام جماعت احمدیہ نے بہت بڑی خدمت کی ہے۔ تو یہاں جو افسر ہوتے ہیں وہ چونکہ تھرڈ گریڈ طبقہ سے عام طور پر ہوتے ہیں اِس لئے ایسے مضامین بھی اِن کو پسند نہیں آتے جنہیں برطانیہ کے وزیراعظم بہت بڑی خدمت قرار دیتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ پس میں اِس مضمون کو اِس لئے زیادہ وضاحت کے ساتھ یہاں بیان نہیں کرسکتا کہ ہندوستان کے انگریز سیاست دان کہیں گے کہ یہ کیا بم گرا دیا گیا ہے۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اب حالات بدل گئے ہیں اور دونوں کو چاہئے کہ اپنے سیاسی نقطۂ نظر میں تبدیلی کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح کرنے کیلئے قدم اُٹھائیں۔ اور میں اپنی جماعت کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس بارہ میں پورا پورا تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہندوستانیوں کی اور انگریزوں کی اور ہندوستان کی مختلف قوموں کی آپس میں صلح نہایت ضروری ہے اور اِسے کرانے کیلئے ہم ہرقسم کی مدد دینے کیلئے تیار ہیں۔ پُرانے اختلافات کو اب نئے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا ضروری ہے۔

بعض نئے فتنوں کی بنیادیں

مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ بعض نئے فتنوں کی بنیادیں پیدا ہو چکی ہیں اور مَیں نے جو رؤیا اِس بارہ میں دیکھا تھا اُس کے بعد ہی یہ سب بنیادیں بنی ہیں اور ہندوستان اور انگلستان دونوں کیلئے مشکلات پیدا ہونے والی ہیں اور دونوں کا فائدہ اِسی میں ہے کہ ایک دوسرے سے صلح کرلیں۔ انگلستان کو بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر غور کرنا چاہئے کہ وہ ہندوستان کو کہاں تک آزادی دے سکتا ہے اور ہندوستانیوں کو ان حالات کے پیش نظر یہ سوچنا چاہئے کہ اگر وہ انگریزوں کی کوئی بات مان لیں تو ان کے لئے بہت فائدہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہندو مسلمان بھی بدلنے والے حالات کے پیش نظر اپنے نقطۂ نگاہ میں تبدیلی کرلیں تو ان کیلئے بہت اچھا ہوگا۔ اور اِس بات پر غور کریں کہ جب ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں جو بہت خطرناک ہیں تو وہ اگر کسی غیر کی بجائے اپنے بھائی کو کچھ دے دیں تو کیا حرج ہے۔ اِس نقطۂ نگاہ کے ماتحت ان کو چاہئے کہ اپنی سیاسیات میں تبدیلی پیدا کرلیں۔

ہندو سیاست کی مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی

ہندوؤں کی سیاست کی مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی۔ جب مُلک میں ان کی اکثریت ہے اور ایک مسلمان کے مقابلہ میں تین ہندو ہیں تو ان کو مسلمانوں سے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ بہرحال اب وقت ایسا ہے کہ سب اختلافات کو نظر انداز کر کے صلح کی طرف قدم بڑھانا چاہئے۔(ماخوذ از رجسٹر فضل عمر فاؤنڈیشن)

حلف الفضول کے اصول

اَب میں اپنے ایک رؤیا کی طرف دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جو جولائی ۱۹۴۴ء میں مَیں نے دیکھا اور جو الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔

''میں نے دیکھا کہ میں گویا اپنی اولاد کو مخاطب کر کے کچھ کہہ رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ جس طرح حلف الفضول رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوتی تھی ایسا ہی ایک معاہدہ میری اولاد کرے۔ تو اِس کے نتیجہ میں اُس پر خدا کے فضل خاص طور پر نازل ہوں گے اور وہ کبھی تباہ نہ ہوگی۔''[۵]

حلف الفضول ایک معاہدہ تھا جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے آپس میں کیا تھا۔ اِس میں زیادہ جوش کے ساتھ حصہ لینے والے تین ایسے آدمی تھے جن کے نام فضل تھے اور اسی وجہ سے اِسے حلف الفضول کہتے ہیں۔

اِس کا مقصد یہ تھا کہ حلف الفضول والے مل کر یا اکیلے اکیلے مظلوم کا حق دلوایا کریں گے۔ رسول کریم ﷺ نے اُس زمانہ میں ابھی دعویٰ نہیں کیا تھا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اُس نے تحریک کی کہ آپ بھی اِس میں شریک ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نیک کام ہے اور مَیں اِس میں ضرور شامل ہوں گا۔ چنانچہ آپ اِس میں شامل ہوئے اور آپ اِس کی پوری طرح پابندی کرتے رہے۔ حتّٰی کہ جب آپ نے دعویٰ کیا اور اہلِ مکہ آپ کی مخالفت کر رہے تھے تو اُس زمانہ میں کسی گاؤں کا ایک آدمی مکہ میں آیا جس سے ابوجہل نے کوئی مال خریدا تھا اور وہ

اُس کی قیمت ادا نہ کرتا تھا۔ وہ حلف الفضول میں شامل ہونے والے لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس باری باری گیا اور اُن سے کہا کہ ابوجہل سے میری رقم دِلوادیں مگر سب نے اُس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ہر ایک ابوجہل جیسے بدگو آدمی کے پاس جانے سے ڈرتا تھا۔ لوگوں نے اُس شخص کو مشورہ دیا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ وہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ بھی اِس معاہدہ میں شامل ہیں آپ میرے ساتھ چلیں اور ابوجہل سے میری رقم دِلوادیں۔ جن لوگوں نے اُسے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا وہ جانتے تھے کہ ابوجہل آپ کا سخت مخالف ہے اِس لئے آپ اُس کے پاس نہ جائیں گے مگر جب اُس شخص نے آ کر آپ سے کہا کہ میرے ساتھ چلیں۔ تو آپ نے فرمایا چلو۔ چنانچہ آپ اُس کے ساتھ ابوجہل کے مکان پر گئے اور جا کر دروازہ پر دستک دی۔ ابوجہل باہر آیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے اِس شخص کی کچھ رقم دینی ہے؟ اُس نے کہا ہاں دینی تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر دے دیں آپ بڑے آدمی ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ اِس کی رقم نہ دیں۔ یہ سن کر ابوجہل فوراً اندر گیا اور رقم لا کر اُس کے حوالہ کر دی۔ لوگ اِس بات کے منتظر تھے کہ ابوجہل آپ کی بات ہرگز نہ مانے گا اور اُن کو موقع مل جائے گا کہ کہیں کہ دیکھو! یہ نبی بنے پھرتے ہیں کیا ابوجہل سے اِس شخص کی رقم دِلوادی؟ مگر جب وہ شخص واپس آیا تو لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ میری رقم مجھے مل گئی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کس طرح؟ اُس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ اِس پر لوگ بہت حیران ہوئے اور ابوجہل کے پاس گئے اور کہا تم ہم لوگوں کو تو کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات تک نہ کرو، اُن پر ظلم کرو، خوب تنگ کرو، مگر خود تم نے اُن کے کہنے پر اِس شخص کی رقم فوراً ادا کر دی ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اِس شخص کے ساتھ آئے اور اُنہوں نے دروازہ پر دستک دی تو میں باہر آیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس شخص کی رقم اگر تمہارے ذمہ ہے تو ادا کر دو۔ میں چاہتا تو تھا کہ یہی جواب دوں کہ تم کون ہو جو مجھے نصیحت کرنے آئے ہو مگر مجھے یوں معلوم ہوا کہ اِن کے دائیں اور

بائیں دومست اونٹ ہیں جو مجھ پر حملہ آور ہونے لگے ہیں اور مجھ سے سوائے اِس کے کچھ جواب نہ بن پڑا کہ ٹھہریئے ابھی لا دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے رقم لا کر اُس شخص کو دے دی۔[۶]

مدینہ کی زندگی میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے حلف الفضول کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سنا ہے آپ بھی اِس میں شامل ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہاں اگر جاہلیت کی کسی ایسی ہی چیز کی طرف جس طرح کہ حلف الفضول تھی مجھے بلایا جائے تو مَیں اُس کو ضرور قبول کروں اور اُس میں شامل ہوں۔

تو یہ رؤیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ میری اولاد تباہ نہیں ہوگی اگر وہ حلف الفضول کا معاہدہ کرے۔ گو رؤیا میں مَیں نے اپنے بیٹوں کو دیکھا مگر اولاد سے مراد روحانی اولاد بھی ہوتی ہے اور جب میں نے رؤیا میں اپنی اولاد کو مخاطب کیا تو گویا روحانی اولاد کو خطاب کیا ہے۔ اِس رؤیا کے شائع ہونے کے بعد بعض دوستوں نے اپنے نام اِس میں شامل ہونے کے لئے مجھے لکھے مگر مَیں نے مناسب نہ سمجھا کہ اِس تحریک کو شروع کروں اور یہی مناسب سمجھا کہ مَیں ایسے وقت میں اِس کی تحریک کروں گا جب میری روحانی اولاد کا ایک کثیر حصہ سامنے ہوگا۔ سواَب کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے اور مجھے آپ لوگوں کے لئے بمنزلہ والد بنایا ہے اور آپ لوگ میری روحانی اولاد ہیں مَیں آپ کے سامنے حلف الفضول والا معاہدہ پیش کرتا ہوں مگر اِس کیلئے کچھ شرطیں ہیں جو مَیں بیان کرتا ہوں کیونکہ ہر ایک اِس بار کو نہیں اُٹھا سکتا۔ معاہدہ یہ ہوگا کہ:۔

اِس میں شریک ہونے والا یہ عہد کرے گا کہ وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ مظلوم کی مدد کرے گا خواہ مظلوم اُس کا یا اُس کی اولاد کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اِس میں کسی قرابت اور دوستی کی پروا نہیں کرے گا اور مظلوم خواہ اُس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو اُس کی حمایت کرے گا اور اگر جماعت کے دوست ایسا معاہدہ کریں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا ہے وہ تباہ نہیں ہوگی۔ جو اِس معاہدہ میں شامل ہونا چاہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ سات دن تک مسلسل بغیر ناغہ کے

استخارہ کرے، نمازِ عشاء میں دعا کرے یا عشاء کی نماز کے بعد دو نفل الگ پڑھ کر دعا کرے کہ الٰہی! اگر میں اِس کو نباہ سکتا ہوں اور اِسے توڑ کر تیرے غضب کو اپنے لئے بھڑکانے والا نہ ہوں گا تو مجھے اِس میں شامل ہونے کی توفیق دے۔ پس جو دوست اِس میں شامل ہونا چاہیں وہ سات روز تک مسلسل استخارہ کرنے کے بعد مجھے اطلاع دیں۔

دوسرے اِس میں شامل ہونے والوں کو یہ عہد کرنا ہوگا کہ کسی بھائی سے خواہ اُن کا کتنا شدید اختلاف کیوں نہ ہو مرکزی حُکم کے بغیر اُس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ترک نہ کریں گے۔ اور اگر وہ دعوت کرے گا تو اُسے ردّ نہ کریں گے۔ اور خواہ کسی سے جائداد کا جھگڑا ہو خواہ کوئی اور جھگڑا ہو، کسی نے اُن کو یا اُن کے بیوی بچوں کو کتنی تکلیف کیوں نہ دی ہو اور خواہ اُس سے اِن کے مقدمات چل رہے ہوں وہ بات چیت کرنا ترک نہ کریں گے۔ اُس کی دعوت کو ردّ نہ کریں گے اور نماز پڑھانے والے امام کے ساتھ اگر اِن کا جھگڑا ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہرگز گریز نہ کریں گے جو دوست یہ وعدہ کرنے کو تیار ہوں وہ اپنے نام پیش کریں ورنہ نہیں۔

تیسرا اقرار جو اُن کو کرنا ہوگا اور جو دراصل ہر احمدی بیعت میں شامل ہوتے وقت بھی کرتا ہے یہ ہے کہ سلسلہ کی طرف سے اُن کیلئے جو ذریعہ اصلاح تجویز کیا جائے اُسے بخوشی قبول کریں گے۔

چوتھے یہ کہ اِس کام کو وہ نفسانیت اور ذاتی نفع نقصان اور قرابت و رشتہ داری کے خیالات کے ماتحت ہرگز نہ کریں گے اور ہمیشہ مظلوم کی مدد کے جذبہ کے ماتحت کھڑے ہوں گے اور یہ بھی خیال نہ کریں گے کہ مظلوم اُن کا رشتہ دار اور عزیز ہے یا دوست ہے بلکہ اُس کی مدد خالصۃً اِس لئے کریں گے کہ وہ مظلوم ہے۔ پھر مظلوم کے معنی احمدی یا مسلمان کے ہی نہیں ہیں بلکہ مظلوم خواہ کسی مذہب اور کسی فرقہ اور کسی مُلک کا ہو اُس کی مدد کریں گے جو شخص اِن شرائط کو پورا کرنے کا عہد کرے گا اُس کے شامل کرنے کے متعلق مَیں غور کروں گا اَور کسی کے متعلق نہیں۔ آگے مدد کس طرح کرنی ہوگی یہ سب تفاصیل بعد میں بتائی جائیں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے اور عقلی طور پر بھی میں سمجھتا ہوں اگر جماعت کا معتد بہ حصہ اِس میں شامل ہو

جائے اور عمدگی سے کام کرے تو خدا تعالیٰ جماعت کو یقیناً ہر قسم کی تباہی سے بچائے گا اور ہماری ترقی کی نئی نئی راہیں کھول دے گا۔ (الفضل ۲۹ ؍ستمبر ۱۹۶۰ء)

۱؎ متی باب ۲۶ آیت: ۳۹ (مفہوماً)

۲؎ الفاتحة: ۶

۳؎ الفاتحة: ۷

۴؎

۵؎ الفضل ۲۲ ؍جولائی ۱۹۴۴ء

۶؎